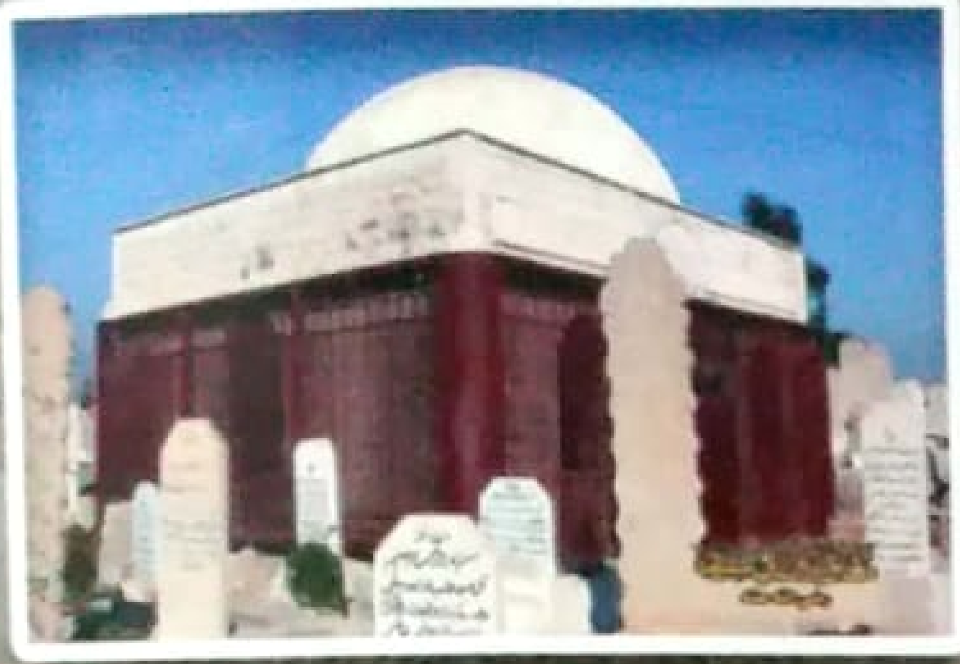


بقیع
JANUARY 2020
309
Regd. # MC-1177

مقبولِ بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کاتبِ وحی، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کے فضائل و مناقب پر مبنی رسالہ

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ازافادات

محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالفضل
محمد سردار احمد قادری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ
(متوفی 1386ھ)

ترتیب و تدوین
قمر القادری

ترجمہ و تخریج
محمد طارق رضا عفی عنہ

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰ Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

مقبولِ بارگاہِ رسول، کاتبِ وحی، حضرت سیّدنا امیر معاویہ کے
فضائل و مناقب پر مبنی رسالہ

سیّدنا امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ

افادات

محدّثِ اعظم پاکستان
حضرت علاّمہ ابوالفضل محمد سردار احمد قادری لائل پوری
(متوفی:1386ھ، رحمۃ اللہ علیہ)

ترتیب و تدوین
قمر القادری

ترجمہ، تخریج
محمد طارق رضا عفی عنہ

ناشر
جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نام کتاب	:سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
ازافادات	:محدّث اعظم پاکستان محمد سردار احمد قادری لائل پوری
ترتیب وتدوین	:قمر القادری
ترجمہ، تحقیق، تخریج	:محمد طارق رضا عفی عنہ
کمپوزنگ	:محمد حمزہ عرفان
صفحات	:۸۸
تعداد اشاعت	: :۵۵۰۰
اشاعت نمبر:	:۳۰۹
اشاعتِ اوّل	:
اشاعتِ دوم	:ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ / جنوری ۲۰۲۰ء
ناشر	: جمعیتِ اشاعت اہلسنّت

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

فون:021-32439799

خوشخبری: یہ رسالہ www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

پیش لفظ

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اہلِ خیر وصلاح اور عادل ہیں۔ اُن کا جب بھی ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ کسی صحابی کے ساتھ سوءِ عقیدت بد مذہبی و گمراہی و استحقاقِ جہنم ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آپس میں جو واقعات رُونما ہوئے اُن میں پڑنا، بحث ومباحثہ کرنا سخت حرام ہے۔ افسوس! فی زمانہ بعض لوگ سیرت و تاریخ کی غیر مستند و مردود روایات کو بنیاد بنا کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی پاکیزہ ہستیوں بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابی، کاتبِ وحی، حضرتِ سیّدنا امیر معاویہ اور حضرت سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں بد گوئی اور بدزبانی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگاہ فرما چکے تھے۔

چناں چہ امام طبرانی اپنی کتاب "معجم الاوسط" میں حضرت سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«يَكُونَ لِأَصْحَابِي بَعْدِي زَلَّةٌ، يَغْفِرُهَا اللهَ لَهُمْ بِصُحْبَتِهِمْ، وَسَيَتَأَسَّى بِهِمْ قَوْمٌ بَعْدَهُمْ، يَكُبُّهُمُ اللهُ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ فِي النَّارِ»

(المعجم الأوسط، من إسمه بكر، ٢/ ٢٦١، رقم: ٣٢١٩)

یعنی، میرے بعد میرے اصحاب سے لغزش ہوگی جسے اللہ عزّوجل میری صحبت کے سبب معاف فرمائے گا پھر اُن کے بعد کچھ لوگ آئیں گے کہ اُنہیں اللہ تعالیٰ منہ کے بل جہنم میں اوندھا کرے گا۔

اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی لغزشوں اور خطاؤں پر گرفت کر کے لوگوں کے قلوب واذہان سے ان کی عقیدت کو نکالنے کی کوشش کریں گے۔ اِسی لئے علاّمہ شہاب الدین خفاجی "نسیم الریاض شرح شفاء" میں حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر طعن و تشنیع کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

ومن یکن یطعن فی معاویة فذالک کلب من کلاب الھاویة (نسیم الریاض، القسم الثانی فیمایجب علی الأنام الخ، الباب الثالث فی تعظیم أمرہ، فصل ومن توقیرہ، ۴/ ۵۲۵)

یعنی، جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتّوں میں سے ایک کتا ہے۔

اِسی لئے اہل سنّت و جماعت کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بابت یہی عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ہر صحابی کا ذکر، خیر کے ساتھ ہی کیا جائے، اُن کے فضائل و کمالات اور عمدہ صفات ہی کو بیان کیا جائے، اُن کی شان میں بے ادبی اور زبان طعن دراز سے احتراز کیا جائے۔

چنانچہ صدر الافاضل، حضرت علّامہ مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مسلمان کو چاہیے کہ صحابہ کرام کا نہایت ادب رکھے اور دل میں اُن کی عقیدت و محبت کو جگہ دے۔ اُن کی محبت حضور کی محبت ہے اور جو بد نصیب صحابہ کی شان میں بے ادبی کے ساتھ زبان کھولے وہ دشمنِ خدا اور سول ہے۔ مسلمان ایسے شخص کے پاس نہ بیٹھے۔

اور علامہ سیّد شاہ محمد غلام غوث قادری شطاری حیدر آبادی عَلَیہ الرَّحْمَة "شرح امور عشرین" میں لکھتے ہیں: کسی شخص کی نسبت یہ خیال کرلینا کہ اُس نے یہ فلاں کام عمداً کیا اور قصداً مخالفِ خدا اور رسول بنا۔ بغیر کسی قوی دلیل ظاہر کے ناجائز اور داخل سوء الظن۔ جس کی نسبت قرآن وحدیث میں تاکید وارد ﴿اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ [پ:۲۶، الحجرات، آیت ۱۲] اور حدیث « اِیَّاکُمْ وَسُوءَ الظَّنِّ » إلي غير ذلك من الأحاديث المتكاثرة المتواترة۔ (صحیح البخاري: کتاب النکاح، باب لایخطب علی خطبة اخیه حتی ینکح أو یدع، رقم 5143)

پھر اُن صحابہ کرام کی طرف محض خیال و وہم ناپاک نسبت کرنا کہ انہوں نے عمداً دیدہ و دانستہ خلافِ حق اختیار کیا اور اس بنا پر اُن کی طرف نسبتِ فسق یا اور کوئی طعن کرنا، غضب الٰہی کا مورد بننا ہے اور دائرۂ اہلِ سنت سے خارج ہو جانا ہے۔ اُن کی صحبت تو حضور سیّد العالمین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے یقینی ہے کہ کسی طرح محلِ کلام ہی نہیں ہو سکتی اور وہ مقتضی اُن کی تعظیم واحترام کے ہوئی۔ پھر اُس کے مقابل میں جب تک اُسی پایہ کا یقین نہ ہو، صرف کسی احتمال سے یا روایات آحاد مظنونہ سے وہ یقین کیوں کر زائل ہو سکتا ہے۔ پیارے مسلمانو! یہ بلا عوام اہلِ سنت میں بوجہ قرابت ومودّت و مجالستِ اہلِ تشیع پھیلی ہے۔ جھوٹی، بے اعتبار، بے سند تاریخیں جن میں بے سند رطب ویابس سب کچھ مخلوط ہے، وہ اَور اُس کی مؤیّد بن گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے آمین۔ (شرح امور عشرین امتیازِ عقائد سُنّیین، تحت امر پنجم، ص:۳۸، محقق: خرم محمود سرسالوی، مطبوعہ: جمعیّت اشاعتِ اہلِ سنّت)

اس عقیدے کی حساسیت کی پیش نظر علما و محققین نے کئی ایک کُتب ورسائل اِسی موضوع پر تصنیف و تالیف فرمائے ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ ''حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' بھی اسی موضوع پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے جو محدّث اعظم پاکستان مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد خان قادری کے افادات پر مشتمل ہے جسے مولانا محمد طارق رضا عفی عنہ نے عربی وفارسی عبارات کے تراجم وتخاریج سے آراستہ کر کے ادارہ کو دیا اور ادرہ جمعیّت اشاعت اہلِ سنت اپنی اشاعت کے ۳۰۹ پر شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے۔

اللہ کریم موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

فقیر قادری محمد عرفان رضوی ضیائی غفرلہ

الاهداء

بحضور

جرنیلِ اسلام، کاتبِ وحی،

خال المسلمین، فاتحِ قبرص، امیر المومنین،

خلیفۃ المسلمین، صحابیِ رسول، حضرتِ سیّدنا **امیر معاویہ بن ابی سفیان**

رضی اللہ عنہم جنہوں نے یہودیت وعیسائیت کو چاروں خانے چت کردیا

اور اسلام کا پیغام چار دانگ عالم میں پھیلا دیا۔

انتساب

صحابہ و اہل بیت کے ہر سچے خادم کے نام

جس نے اپنی زندگی کا مقصد ناموسِ صحابہ و اہلِ بیت کی حفاظت کو بنالیا

اور ان اکابرین کے نام

جنہوں عقیدہ اہل سنت کو ہر محاذ پر روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا

بالخصوص

امام اہل سنّت، مجدّدِ دین وملت

حضرت امام **احمد رضاخان** حنفی قادری برکاتی ماتریدی قدس سرہ العزیز

اور ان کی فکر کے سچے وارث

محدّث اعظم پاکستان،

علاّمہ ابو الفضل الحاج **محمد سردار احمد** قادری رحمۃ اللہ علیہ

اور

ولی کامل، پیر طریقت،

حضرت علاّمہ مولانا ابو بلال، **محمد الیاس** عطار قادری اطال اللہ عمرہ

اور

اپنے **والدین** کے نام سے معنون کرتا ہوں۔

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف

گر قبول افتد زہے عزو شرف

محافظِ ناموس صحابہ و اہل بیت

محمد طارق رضا عفی عنہ

حقیقتِ حال

نبی کریم ﷺ کے تمام اصحاب بلا استثنا عادل ہیں۔یہ جماعت واحد ایسی جماعت ہے کہ جن کو اللہ تعالی نے رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کا مژدہ جاں فزاں سنایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے حسنیٰ کا وعدہ فرمایا ہے۔اِن تمام فضیلتوں سے کوئی صحابی مستثنیٰ نہیں۔

ان جمیع اصحاب میں سے حضور ﷺ کے جلیلُ القدر صحابی، کاتبِ وحی، خال المسلمین، سیّدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بھی ہیں جنہوں نے دینِ متین کی خدمت کو اپنے شب وروز کا مشغلہ بنایا، سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ پر اعتماد کیا، سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے آپ کو برقرار رکھا، اور آپ نے بحسن وخوبی تمام امور کو سرانجام دیا۔

حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے جمیع اصحاب کا ادب و احترام کیا جائے اور ان کا ذکر ہمیشہ خیر ہی سے کیا جائے اور کسی صحابی رسول کے متعلق سوے ظن یا بے ادبی کا معاملہ نہ رکھا جائے اور مشاجرات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں ہمیشہ کفِ لسان کیا جائے اور ان کے ان معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے، یہی عقیدہ و منہج اہلِ سنت ہے۔

کسی بھی صحابیِ رسول کی بے ادبی کرنا گناہ اور قلبِ مصطفی ﷺ کو تکلیف پہنچانے کے مترادف ہے، بالخصوص سیّدنا امیر معاویہ، سیّدنا عمرو بن العاص، سیّدنا ابوموسی اشعری، سیّدنا طلحہ، سیّدنا زبیر، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھم کے ساتھ سوے ظن رکھنا محرومی کا باعث ہے۔

مگر بعض نادان غلط فہمیوں کی بنیاد پر مذکورہ اجلہ اصحابِ رسول کو اپنے طعن کا نشانہ بناتے ہیں جو قطعاً اہلِ سنت کا منہج نہیں ہے بلکہ صحابہ پر طعن کرنا شیعہ روافض کا شیوہ ہے، اہلِ سنت اِس ناپاک عمل سے بالکل پاک ہیں۔

کچھ عرصہ سے بعض دوست نما دشمن اِسی کارِ شر میں مبتلا ہیں اور مذکورہ اجلہ اصحاب رسول پر طعن کو اپنا مشغلہ بنائے ہوئے ہیں بالخصوص سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ

عنہ کو طعن کا نشانہ بناتے ہیں اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اپنی اس بے ادبی کو منہج اہل سنت سے تعبیر کرتے ہیں اور اسے اسلاف سے منسوب کرتے ہیں حالاں کہ ہمارے اسلاف کا اس سلسلہ میں وہی نظریہ ہے جو اوپر بیان ہو چکا؛ لہٰذا یہ طریق اورانداز قطعاً اہل سنت اکابرین کا نہیں ہے۔

ایسے حالات میں اکابرین اہل سنت کے منہج اور ان کے عقیدے و نظریے کی وضاحت کرنا اور ان کی کتب ورسائل کو منظر عام پر لانا اَز حد ضروری تھا تاکہ عوام اہل سنت کے عقیدہ کا تحفظ کیا جاسکے اور انہیں یہ باور کرایا جاسکے کہ ہمارے اکابرین بلا استثناء تمام اصحاب رسول کا ادب واحترام کرنے والے تھے، اور یہ جو بعض نادان، دوست نما دشمن جس بے ادبی کو اسلاف سے منسوب کرتے ہیں اُس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اُن کا عقیدہ و نظریہ اُن کی کتب ورسائل سے واضح ہے۔

اِسی ضرورت کے پیش نظر استادِ محترم، شیخ الحدیث حضرت علاّمہ مفتی محمد حسّان رضاعطاری مدظلہ العالی نے مجھ ناچیز کو حکم فرمایا کہ اس عنوان پر محدّثِ اعظم پاکستان، ابوالفضل، مولانا محمد سردار احمد قادری علیہ الرحمہ کے افادات پر مشتمل رسالہ بنام "سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ" بہت مفید ہے اور اِس کو جدید تقاضوں کے مطابق، ترجمہ اور تحقیق وتخریج کے ساتھ منظرعام پر لانا چاہئے تاکہ عوام اہل سنت ہر قسم کی گمراہی سے بچ سکیں اور اُسی عقیدہ پر گامزن ہوں جو سلفاً خلفاً اسلاف سے منقول ہے۔

معاملے کی حساسیت کو بھانپتے ہوئے راقم الحروف نے اُسی وقت کام کا عزم مصمم کرلیا اوراستاد محترم دام ظلہ نے رسالہ بصورتِ پی ڈی ایف ارسال فرمادیا اورراقم الحروف نے اس رسالہ کو جدید طرز پر پیش کرنے کی کوششیں شروع کردی۔

میرے شاگرد محمد حمزہ عرفان اطال اللہ عمرہ نے اس رسالے کی کمپوزنگ کی، ہمارے انتہائی عزیز دوست مولانا ریحان قادری صاحب زید شرفہ (انڈیا) نے بعض حوالہ جات اور ضروری کتب پی ڈی ایف میں فراہم کیں اور پیارے دوست ابوثوبان مولانا محمد کاشف مشتاق صاحب زید شرفہ نے وقتاً فوقتاً مفید مشورے دئے اور ضروری امور میں معاونت فرمائی اور یوں الحمدللہ علیٰ احسانہ کامل ایک ماہ کی محنت کے بعد یہ

رسالہ تحقیق و تخریج اور جدید تقاضوں کے مطابق منظرِ عام پر آنے کے لئے تیار ہو چکا ہے۔

احادیث مبارکہ اور یوں ہی دیگر عربی و فارسی عبارات کی تخریج کی ہے۔ تمام عربی و فارسی عبارات کا بامحاورہ ترجمہ لکھ دیا ہے۔ فارسی عبارات کے ترجمہ میں حضرت علامہ پروفیسر اعجاز جنجوعہ دام ظلہ سے مدد لی گئی ہے، ان کے ترجمہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بطور رمز جنجوعہ کا انتخاب کیا ہے۔ محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے جن چند عبارات کا ترجمہ کیا ہے ان کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بطورِ رمز لفظ محدّث کا لکھا ہے۔ جہاں کسی بھی عبارت کے آخر میں کوئی رمز یا اشارہ موجود نہ ہو اس کا مطلب ہو گا کہ یہ ترجمہ راقم الحروف کا ہے۔

آخر میں تمام احباب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے میرے ساتھ اس رسالہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں خوب تعاون کیا بالخصوص شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی کا جنہوں ماہ نامہ بقیع جمعیت اشاعت اہل سنت کے سلسلہ اشاعت کے لئے اسے منتخب فرمایا۔

یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں ایک ادنی اور کم علم طالبِ علم ہوں اور مجھے قطعاً اپنی ذات میں دعوی کمال نہیں، بلکہ مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا اعتراف ہے، میں نے یہ کام صرف اور صرف دینِ متین کی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر کیا ہے؛ لہٰذا اگر کوئی بھی صاحبِ علم اِس رسالہ میں کسی قسم کی غلطی پائے تو ضرور مطلع فرمائے۔ مشکور و ممنون پائیں گے۔

محمد طارق رضا عفی عنہ

سوانحِ حیات

حالاتِ محدّثِ اعظم پاکستان

از: شرفِ ملت علامہ عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ

نام و نسب:

آپ کا مکمل نام شیخ الحدیث والتفسیر، جامع شریعت و طریقت، حضرت مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد بن چوہدری میراں بخش ہے۔

پیدائش:

آپ ۱۳۲۲ ہجری بمطابق ع1904 عیسوی میں موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم:

آپ نے ابتدائی تعلیم قصبہ دیال گڑھ میں حاصل کی۔ ۱۳۴۳ھ بمطابق 1924ء میں اسلامیہ ہائی سکول بٹالہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور اس کے بعد ایف اے کی تیاری کے لئے لاہور تشریف لائے۔

دینی تعلیم کی طرف رجحان:

انہی دنوں مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے زیر اہتمام مسجد وزیر خاں میں عظیم الشان اجلاس ہوا جس میں پاک و ہند کے کثیر التعداد علماء و مشائخ کے علاوہ شہزادہ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مولانا حامد رضا خاں بریلوی بھی شریک ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث، حجۃ الاسلام کی شخصیت سے اِس قدر متاثر ہوئے کہ انگریزی تعلیم کو خیر باد کہہ کر مرکزِ علوم و معارف بریلی شریف چلے گئے۔

تحصیلِ علم و سندِ فراغت:

حضرت حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں بریلوی سے استفادہ کیا اور آٹھ سال تک صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی مصنفِ بہار شریعت کی خدمت میں رہ کر جامعہ معینیہ اجمیر شریف سے سند فراغت حاصل کی۔ زمانہ قیام اجمیر شریف

میں حضرت مولانا سید امیر اجمیری سے بھی مستفید ہوئے۔

اساتذہ کرام:

(۱) حکیم مولوی ذوالفقار علی قریشی

(۲) مولانا حاجی پیر محمد خان

(۳) مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفی رضا خاں نوری

(۴) حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی

(۵) صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی

بیعت وطریقت سے وابستگی:

آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت شاہ محمد سراج الحق چشتی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرّف ہوئے اور سلسلہ قادریہ میں شہزادہ اعلیٰ حضرت بریلوی حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی سے فیض یاب ہوئے۔

آغازِ تدریس:

تکمیلِ علوم کے بعد پانچ سال تک جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف میں تشنگانِ علوم کو سیراب فرمایا، پھر جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور علم حدیث کی گراں قدر خدمات انجام دیں اس دور میں بے شمار اہلِ علم نے آپ سے فیض حاصل کیا۔

ایک یادگار مناظرہ:

قیامِ بریلی شریف کے دوران حضرت قبلہ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قدس سرہ نے مشہور دیوبندی مناظر منظور احمد نعمانی سے حفظ الایمان (از: مولوی اشرف علی تھانوی) کی مشہور گستاخانہ عبارت پر ۲۰ محرم ۱۳۵۴ھ بمطابق 25 اپریل 1935ء کو کامیاب مناظرہ کیا۔

یہ مناظرہ چار دن تک جاری رہا اور فریقِ مخالف کو زبردست شکست ہوئی۔ چوتھے دن مولوی منظور احمد نعمانی نے بے باکی کی انتہا کر دی اور کہا:

میں فاتحہ کو بدعت کہتا ہوں اور محرم کی سبیل لگانے اور محرم میں دودھ یا شربت پلانے کو حرام کہتا ہوں۔ اور اِس وجہ سے میں کم بخت ہوں تو میں ایسا کم بخت ہی اچھا

ہوں۔ میں بھی بھوکا مرتا ہوں اور میرے آقا محمد رسول اللہ بھی بھوکے مرا کرتے تھے۔ جو حشر میرا وہ اُن کا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد:

تقسیم ملک کے بعد پاکستان تشریف لے آئے۔ کچھ عرصہ وزیر آباد اور سارو کی میں قیام فرمایا۔ ۱۳۶۸ھ بمطابق 1948ء کے اواخر میں لائل پور تشریف لے آئے اور بے سرو سامانی کے عالم میں درسِ حدیث دینا شروع کیا اور جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد رکھی اور چودہ سال کے مختصر عرصے میں لائل پور کی کایا پلٹ دی۔

اُس وقت سے جگہ جگہ سے صلوۃ و سلام کی روح پرور صدائیں سنائی دیتی ہیں۔ ہزاروں افراد حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ سینکڑوں علماء آپ سے درس حدیث لے کر پاکستان کے گوشے گوشے بلکہ دیگر ممالک میں بھی دین متین کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ جامعہ مظہر اسلام لائل پور عظیم دینی درس گاہ اور لائل پوز کی سب سے بڑی مسجد سنی رضوی جامع مسجد آپ کی عظمت کی یادگار اور گواہ ہیں۔

زیارتِ حرمین شریفین:

1945ء میں حضرت مفتی اعظم ہند، مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی کی معیّت میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ دوسری مرتبہ ۱۳۷۲ھ ہجری بمطابق 1956ء میں اِس سعادت سے مشرّف ہوئے، لیکن پابندی کے باوجود تصویر نہیں بنوائی۔

محدّثِ اعظم کی سیرت و کردار:

حضرت قبلہ شیخ الحدیث، پیکرِ اخلاق، سراپا شفقت، باوقار، بارعب اور پُرکشش شخصیت تھے۔ علوم و فنون کے بحرِ بے پایاں، زبردست مناظر اور باکمال محدّث تھے۔ انہیں سرور دو عالم ﷺ سے والہانہ محبت تھی۔ اِسی بے پناہ محبت و عقیدت کا اثر تھا کہ اِن کا ہر قول و فعل شریعت و سنت کے مطابق ہوتا تھا۔ سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی محبت، عشق کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ چونکہ فوٹو کے بیرون ملک جانے پر پابندی تھی؛ اِس لئے پاکستان آکر بے انتہا آرزو کے باوجود نہ بغداد گئے اور نہ بریلی شریف۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے جن میں بے شمار نامور اکابرین اہل سنت کا نام شامل ہے، مگر ہم اختصار کے پیش نظر آپ سے اکتساب فیض کرنے والے چند مشاہیر کے نام ذکر کرتے ہیں۔[1]

(۱) علامہ عبد المصطفیٰ ازہری صاحب

(۲) علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی صاحب

(۳) مولانا ابو داؤد صادق صاحب

(۴) مولانا مفتی شریف الحق امجدی صاحب

(۵) مولانا ابو الحسنات محمد اشرف چشتی سیالوی صاحب

(۶) مولانا سید جلال الدین شاہ صاحب

(۷) مولانا فیض احمد اویسی صاحب

(۸) مولانا مفتی محمد امین صاحب

(۹) مولانا سیّد حسین الدین شاہ صاحب

تصانیف:

آپ نے تمام عمر علوم دینیہ اور خاص طور پر حدیث شریف کی خدمت اور وعظ و ارشاد کے ذریعہ عوام کے دلوں کو حبِّ نبوی سے منوّر کرنے میں صرف کی؛ اس لئے تصنیف و تالیف کا موقع نہیں ملا۔ تاہم چند تصانیف یادگار ہیں۔[2]

(۱) اسلامی قانون وراثت

(۲) تبصرہ مذہبی (علامہ مشرقی کے تذکرے پر تبصرہ)

---

(1)۔۔: آپ کے شاگردوں کی طویل فہرست کتاب (تذکرہ اکابر اہلسنت) از شرف ملت (حیات محدث اعظم) از قلم حافظ محمد عطاء الرحمن قادری (محدث اعظم پاکستان)، از قلم مولانا محمد جلال الدین قادری میں ملاحظہ ہو۔

(2)۔۔: کتب کے متعلق یہ تفصیل (تذکرہ اکابر اہلسنت) از شرف ملت میں درج تھی جو کہ بہت مختصر ہے۔ ورنہ (حیات محدث اعظم) از قلم حافظ محمد عطاء الرحمن قادری میں تمام مطبوع و غیر مطبوع تصنیفات کی فہرست ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(۳)مرزا مرد ہے یا عورت؟(رد مرزائیت)

(۴)سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ،[زیر نظر رسالہ بھی آپ ہی کے افادات کا حصہ ہے۔اِس معرکۃ الآراء کتابچے کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ ملتان سے شائع ہونے والے ایک ماہ نامے میں حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق چند نازیبا باتیں شائع ہوئیں۔یہ مضمون جب حضرت مولانا الحاج ابو داؤد محمد صادق صاحب مد ظلہ امیر جماعت رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ نے پڑھا تو رسالہ لے کر حضرت محدّثِ اعظم پاکستان کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضور نے جب دیکھا تو کبیدہ خاطر ہوئے اور مولانا مفتی محمد امین اور مولانا مفتی ابو داؤد صادق مد ظلہما کو حکم دیا کہ اِس کے متعلق کچھ لکھیں۔نیز فرمایا کہ میرے کتب خانہ سے فلاں فلاں کتاب نکال کر تپائی پر رکھ جاؤ اور کافی ساری کتابوں کے نام لئے،کتابیں پیش کر دی گئیں۔

صبح جب یہ دونوں حضرات حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:میری کتابوں پر نشان لگے ہوئے ہیں۔اِن حوالہ جات کو اکٹھا کرو۔

مولانا مفتی امین لکھتے ہیں کہ:ہم نے جب کتابیں دیکھیں تو جگہ جگہ بے شمار نشان لگے ہوئے تھے۔ہم نے عرض کیا:حضور!یہ کب نشان لگائے ہیں؟فرمایا:یہ میں نے آج رات مطالعہ کر کے نشان لگائے ہیں۔

یہ سن کر ہم حیرت میں کھو گئے کہ ایک رات میں اتنا مطالعہ اور پھر کتب حدیث کا مطالعہ بھی ساتھ کیا!پھر آپ نے مضمون لکھوانا شروع کیا تو دس مقالے مرتّب ہوئے۔

ان میں پہلی قسط صاحب مضمون کو بھیجی کہ یا تو اِس کا جواب دو یا پھر توبہ کرو۔وہ مضمون جب معترض نے پڑھا تو اگلے ہی شمارہ میں توبہ نامہ لکھ کر شائع کر دیا۔[1]]

سانحہ ارتحال:

آپ کا وصال یکم شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ بمطابق 29 دسمبر 1962ء کو جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب کراچی میں ہوا۔جسدِ مبارک شاہین ایکسپریس کے ذریعے لائل پور

---

(1)۔۔:حیاتِ محدّث اعظم،ص ۱۳۶

لایا گیا۔ اسٹیشن سے جامعہ رضویہ تک راستے میں ہزارہا افراد نے دیکھا کہ جنازے پر نور کی پھوار پڑ رہی ہے، حالاں کہ بادل کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ آپ کی نماز جنازہ میں تین لاکھ افراد نے شرکت کی۔ آپ کا مزار مبارک سنی رضوی جامع مسجد لائل پور میں مرجع خلائق ہے۔[1]



(1)۔۔: محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے مذکورہ تمام حالات کتاب "تذکرہ اکابر اہل سنت" مصنفہ: شرفِ ملت، علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کے صفحہ نمبر(۱۴۹ تا ۱۵۵) سے نقل کئے گئے ہیں۔
تفصیلی حالات کے لئے درج ذیل کتب ملاحظہ ہوں: (۱) حیات محدث اعظم، از قلم: حافظ محمد عطاء الرحمن قادری (۲) محدث اعظم پاکستان، از قلم: مولانا محمد جلال الدین قادری۔

مقبولِ بارگاہِ رسالت

حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

از مرتب: قمر القادری

جماعتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں نمایاں مقام رکھنے والی شخصیت حضرت سیّدنا امیر معاویہ اور اِن کے والدِ محترم، فتح مکہ کے دن انقلابِ اسلامی کی ٹھنڈی چھاؤں کے زیرِ سایہ ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے [1] اور جنگِ حنین میں بھی شریک ہوئے۔

آپ کی ذاتِ بابرکات، اسلام کی اُن سرکردہ شخصیات میں شامل تھی جنہوں نے اسلام کے آفاقی و ابدی پیغام کی اشاعت میں انتہائی گراں قدر کام کیا، مسلمانوں کی فلاح و بہبود تعمیر و ترقی کے لئے اور دشمنانِ اسلام کے مذموم عزائم کو ناکام بنانے میں مؤثر حکمتِ عملی اپنائی۔ آپ رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت مآب ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے۔ آپ سے رسول اللہ ﷺ کی ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) احادیث مروی ہے۔(تاریخ الخلفاء) [2]

آپ سے بہت سے صحابہ کرام مثلاً ابنِ عباس، ابنِ عمر، ابن زبیر، ابو الدرداء، جریر بجلی، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم نے احادیث روایت کی ہیں۔ [3]

آپ فہم و تدبر، علم و دانائی اور تحمل میں بڑے مشہور تھے۔ حضرتِ امام ترمذی نے ایک حدیث حسن عبد الرحمن ابن ابی عمر کے حوالہ سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ

---

(1)۔۔: یہاں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ فتح مکہ بتایا گیا ہے، جبکہ درست و محقق بات یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل ہی ایمان لا چکے تھے البتہ اِس کا اظہار فتح مکہ کے موقع پر کیا، جب کہ آپ کے والد سیّدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر ہی ایمان لائے۔ البدایہ ۸/ ۱۷، الاستیعاب ص ۶۷۶، وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔

(2)۔۔: تاریخ الخلفاء، ص ۱۹۳۔

(3)۔۔: ایضاً۔

ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ الٰہی تو معاویہ کو حساب کتاب سکھا دے اور اس کو عذاب سے محفوظ رکھ۔[1]

حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دراز قد، خوب رُواور وجیہہ شخص تھے[2] انتہائی مالدار ہونے کے باوجود منکسر المزاج، غریب پرور اور اسلام کے پکے سچے شیدائی تھے۔

وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں مملکت شام کے امیر تھے جہاں انہوں نے بیس (۲۰) سال تک بحیثیت گورنر اور پھر بیس سال بحیثیتِ خلیفہ، حکمرانی کی۔ جب حضرت امام حسن علیہ السلام بارِ خلافت سے دست بردار ہوئے تو امیر معاویہ ۴۱ھ ماہ ربیع الاخر یا جمادی الاول میں تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔[3]

المختصر! حضرتِ امیر معاویہ اسلامی فکر کی ترویج اور ترقی اور قرآنی تعلیمات کی تبلیغ واشاعت میں بھرپور زندگی گزار کر ماہ رجب ۶۰ھ میں انتقال فرما گئے۔

دمشق میں جابیہ اور بابِ صغیر کے درمیان آپ کو دفن کیا گیا۔ انہوں نے ستر سال کی عمر پائی۔ حضرت رسول خدا ﷺ کے موہائے تراشیدہ اور ناخن مبارک آپ کے پاس بطورِ تبرک و یادگار موجود تھے۔ آپ نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیئے جائیں اور پھر مجھے میرے اور میرے ارحم الراحمین کے درمیان دفن کر کے چھوڑ دینا۔[4]

زیر نظر رسالہ بھی حضرت سیدنا امیر معاویہ اور جماعتِ صحابہ کے باہمی تعلقات پر مبنی حقائق کی عکاسی کرتا ہے۔ حضرت قبلہ شیخ الحدیث، عاشقِ رسول، پاسبانِ مسلک

---

(1)۔۔: مرتب نے اِس حدیث کا حوالہ ترمذی سے دیا ہے، تلاش بسیار کے باوجود یہ حدیث ترمذی میں نہیں مل سکی، البتہ مسند احمد بن حنبل اور دیگر کتب حدیث و کتب سیر و تاریخ میں موجود ہے۔ مسند احمد بن حنبل، باب مناقب معاویہ، جلد ۴، ص ۱۲۷۔ / تاریخ الخلفاء میں بھی بحوالہ مسند احمد یہ حدیث درج کی گئی ہے، تاریخ الخلفاء، ص ۱۹۳۔

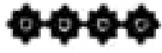
(2)۔۔: تاریخ الخلفاء، ص ۱۹۴۔

(3)۔۔: ایضا۔

(4)۔۔: تاریخ الخلفاء، ص ۱۹۶

اعلیٰ حضرت، اہلِ سنت و جماعت کے سَر خیل، علاّمہ ابو الفضل محمد سردار احمد قادری کے افادات پر مبنی یہ رسالہ دین متین کے رہنماؤں کے باہمی پیار و محبت اور اخلاص کی حقیقتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔

یہ علمی رسالہ حضرت محدّث اعظم کی ایک تقریر پر مبنی ہے۔ وقت کی قلّت کی وجہ سے عربی عبارات کو مِنْ وَعَنْ نقل کیا جارہا ہے۔ ان شاء اللہ بفضلِ خدا آئندہ ایڈیشن میں عربی عبارات کا اردو ترجمہ بھی شامل کر دیا جائے گا۔ امید ہے یہ رسالہ علماو خطبا اور علم دوست احباب کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین!



[آغازِ رسالہ]

سیّدنا امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرتِ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ رسولِ اقدس سیّدِ عالم ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں، ام المؤمنین سیّدہ امّ حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بھائی ہونے کی وجہ سے نبی اکرم، رسولِ محتشم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتہ میں سالے ہیں۔

جب وحی کی کتابت کے لئے رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کاتب کی ضرورت محسوس کی تو سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بابت حضرتِ سیّدنا جبریل علیہ السلام سے مشورہ لیا تو انہوں نے عرض کی:

"استکتبہ فانہ امین"[1]

یارسول اللہ! امیر معاویہ کو کاتبِ وحی بنالیجئے؛ کیوں کہ یہ امانت دار شخص ہے۔

ایک دفعہ سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری پر آپ کے پیچھے امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی سوار تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ شریف، رسولِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسمِ نازنین سے مَس کر رہا تھا، آپ نے اُس وقت اِن کے لئے دعا فرمائی:

"اللھم امرہ حلما و علما"[2]

یااللہ! معاویہ کے پیٹ کو علم و حلم سے بھر دے۔

آپ نے اِن کے لئے یہ دعا بھی فرمائی:

"اللھم علمہ الکتاب و الحساب وقہ العذاب و مکن لہ فی البلاد"[1]

---

(1)۔۔:البدایۃ والنہایۃ ،ترجمۃ معاویۃ وذکرشئی من ایامہ،ج،۸، ص ۱۷۴ ، ۱۷۵۔/ مجمع الزوائدمترجم ،کتاب المناقب،باب: ماجاء فی معاویۃ بن ابی سفیان،حدیث15922،ج۱۰،ص ۲۵۱/فضائل معاویہ،الفصل الثانی فی فضائلہ ومناقبہ،ص۷۶)

(2)۔۔:(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف ،السیرۃ الحلبیۃ،تتمۃ:باب ذکر مغازیہ ﷺ،فتح مکۃ شرفھا اللہ،ج۳،ص ۲۰۲)

ترجمہ: اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم سکھا دے اور اسے عذاب سے بچا۔

دعائیہ کلمات میں یہ بھی وارد ہے:

"اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا و اھدہ و اھدیہ و لا تعذبہ"(2)

ترجمہ: اے اللہ! معاویہ کو ہادی، مہدی بنا دے اور ان کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت دے اور تو اِسے عذاب سے بچا۔

یہ بھی مروی ہے کہ رسولِ اقدس، سیّدِ عالم ﷺ نے حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

"انت منی و انا منک لتزا حمنی علی باب الجنة کھاتین واشار باصبعیہ الوسطی والتی تلیھا۔(3) ھذہ الروایات فی السیرة الحلبیة۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)"

یعنی، معاویہ میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو پھر آپ ﷺ نے دو انگلیاں درمیانی اور اُس کے ساتھ والی ملا کر فرمایا: تم جنّت کے پر میرے ساتھ اِس طرح ہو گے۔

حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قلبِ پاک میں رسول اکرم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے عشق و محبت کا دریا اِس قدر موجزن تھا کہ آپ کے پاس حضور سیّدِ عالم ﷺ کے تبرکات میں سے ازار شریف، رِدائے اقدس، قمیص مبارک، موئے شریف اور تراشائے ناخن مبارک تھے۔

آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور کے ازار شریف، ردائے مبارک، قمیص اقدس میں کفن دیا جائے اور میرے جن اعضاء پر سجدہ کیا جاتا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے موئے مبارک اور تراشہ ناخن اقدس رکھ دئے جائیں، اور مجھے ارحم الرحمین کے رحم پر چھوڑا جائے۔(4)

---

(1)۔۔: ایضاً۔

(2)۔۔: ایضاً۔

(3)۔۔: (انسان العیون فی سیرة الامین المامون المعروف السیرة الحلبیة، تتمة: باب ذکر مغازیہ ﷺ، فتح مکة شرفھا اللہ، ج ۳، ص ۲۰۲)

(4)۔۔: (تاریخ الخلفاء، محمد بن امیہ، معاویہ بن ابی سفیان، ص ۱۹۶)

سوانح کربلا صفحہ ۴۹ ، سیرہ حلبیہ صفحہ ۲۱۹ جلد ۲ ، روافض کی بعض کتب معتبرہ میں مذکور ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال شریف کا وقت آیا تو آپ نے یزید پلید کو بطورِ وصیت فرمایا:

امام حسین پس میدانی نسبت و قرابت او باحضرت رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) و او پارہ تن آنحضرت است و از گوشت و خون او پر وردہ است و من میدانم کہ البتہ اہل عراق او را بسوئ خود خواہند بردو یاری او نخواہند کردو او راتنہا خواہند گذاشت اگر بر او ظفر یابی حق حرمت او را بشناس و منزلت و قرابت اورا با پیغمبر بیاد آور، و او را ابمکردہ ہای او مواخذہ مکن و روابطی کہ من با او در اینمدت محکم کردہ ام، قطع مکن زینہار کہ باو مکروھی آسیبی مرسان۔ (جلاء العیون صفحہ ۳۸۸)[1]

یعنی، جہاں تک حسین ابن علی کا تعلق ہے تو حضرت رسالت مآب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ ان کی نسبت و قربت کو اچھی طرح جانتا ہے وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ٹکڑا ہیں اور آپ کے گوشت و خون سے پروان چڑھے ہیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اہلِ عراق ان کو اپنے پاس ضرور لے جائیں گے مگر اُن کی نصرت و یاری نہ کریں گے اور اُن کو تنہا چھوڑ دیں گے اگر تو ان پر ظفریاب (یعنی فتح پائے) تو ان کے حقِ حرمت کو پہچاننا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی منزلت و قربت کو یاد رکھنا اور ان کے کاموں پر مواخذہ نہ کرنا اور وہ رابطے (تعلقات) جو میں نے اس عرصہ حکومت میں ان سے استوار کئے ہیں اُن کو قطع نہ کرنا اور ہرگز ان کو کسی ناگوار بات (یعنی تکلیف) اور مصیبت سے دوچار نہ کرنا۔ (از: جنجوعہ)

ایسے جلیل القدر، عظیم المرتبت ، عاشقِ رسول، صحابی کی شان میں کتبِ تواریخ کی غلط و بے بنیاد روایات کی بناء پر بعض ناعاقبت اندیش آئے دن اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ انہیں ناپاک اعتراضات و ملعون بکواسات کے ازالہ کے لئے

---

(1)۔۔: (جلاء العیون، ص ۳۴۸)

حضرت محدّث اعظم پاکستان قُدِّسَ سِرُّہ نے ایک مبارک تقریر بیان فرمائی تھی جس کے بعض مقدمات کو پیش کیا جارہا ہے۔

پہلا مقدمہ

صحابہ کرام علیہم الرضوان ہدایت کے روشن ستارے ہیں

سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہدایت کے روشن ستارے ہیں:

سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سألت ربي عن اختلاف أصحابي من بعدي فأوحى إلي: يامحمد! إن أصحابك عندي بمنزلة النجوم في السماء بعضها أقوى من بعض ولكل نور فمن أخذ بشيء مما هم عليه من اختلافهم فهو عندي على هدى قال: وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أصحابي كالنجوم فبأيهم اقتديتم اهتديتم". رواه رزين[1]

یعنی، میں نے اپنے رب سے صحابہ کے اپنے بعد اختلاف کے متعلق سوال کیا؟ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی کہ اے محمد! ﷺ تحقیق آپ کے اصحاب میرے نزدیک آسمان میں ستاروں کی طرح ہیں بعض ان کے بعض سے زیادہ قوت والے ہیں اور ہر ایک کے لئے نور ہے تو جس نے ان کے اختلاف سے کسی چیز پر عمل کیا تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔

یہ حدیث شریف صراحتاً اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اختلافی مسائل میں ہدایت پر تھے اور حضرت سیّدنا علی شیر خدا کرّم اللہ وجہہ اور حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اختلاف تھا وہ بھی اس اختلاف میں شامل ہے؛ لہٰذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور سیّدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں جو اجتہادی اختلاف ہوا اس میں یہ دونوں حضرات ہدایت پر تھے، مگر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ہدایت میں بہت زیادہ قوی تھے اور

---

(1)۔۔:(مشکوۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، حدیث 6018، ج ۲، ص ۴۱۴)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے برابر قوی نہ تھے، مگر ہدایت پر دونوں تھے، دونوں ہدایت کے چمکتے ستارے تھے۔ حضرتِ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بہت زیادہ روشن اور حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہدایت کے روشن ستارے تھے، مگر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ہدایت میں ان کے برابر کے مرتبہ میں نہ تھے۔ تمام صحابہ کرام چوں کہ ہدایت کے ستارے ہیں؛ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے حسنیٰ کا وعدہ فرمایا۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾ [پ: ۲۷، الحدید ۱۰]

ترجمہ: اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا (کنز الایمان

دوسرا مقدمہ

صحابہ کرام کے ذکر میں خدا اور رسول کی خوشنودی کا راز مضمر ہے

اہلِ سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر شریف صرف بھلائی کے ساتھ کیا جائے۔ اُن کے فضائل و مناقب محامد و محاسن اور کمالات کا ذکر کیا جائے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہلِ خیر وصلاح ہیں، عادل ہیں، دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے مقدمات ہیں۔ ان پر اعتراض و انکار نہ کیا جائے۔ اور ان کے متعلق بے ادبی کی بات نہ کی جائے۔

صحابہ کرام کا ذکر خیر ہی سے کیا جائے:

"فقہ اکبر" میں حضورِ سیّدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ولا نذکر احدا من اصحاب رسول اللہ الا بخیر [1]

یعنی، ہم تمام اصحاب رسول ﷺ کا ذکر، خیر ہی سے کیا کرتے ہیں۔

شیخ محقق عبد الحق محدِّث دہلوی کا فرمان:

شیخ المحدِّثین، مولانا محقق عبد الحق محدِّث دہلوی رضی اللہ عنہ "تکمیل الایمان" میں فرماتے ہیں:

تکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر" روش اہلسنت و جماعت آں است کہ صحابہ پیغمبر راجز بخیر یادنکتسد و لعن و سب و شتم و اعتراض و انکار برایشاں نکتسد و بایشاں براہ سوء ادب نروندازجہت نگھداشت نسبت صحبت بآنحضرت درود فضائل و مناقب ایشاں در آیات و احادیث۔ [2]

---

(1)۔۔:(منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر، افضل الناس بعد الخلفاء الاربعۃ، تحت قولہ: لانذکر الصحابۃ الا بخیر، ص ۱۵۴)

(2)۔۔:(تکمیل الایمان فارسی، فصل: نکف عن ذکر الصحابۃ الابخیر، ص ۱۶۹)

یعنی، اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کو ہمیشہ نیک الفاظ سے یاد کرنا چاہیے۔ بغض، سب و شتم، اعتراضات وانکار ان کی ذات پر کرنا نامناسب ہے اور ان کے معاملہ میں کسی کی بے ادبی روا نہیں رکھنی چاہئے؛ کیوں کہ ان لوگوں کو سرکارِ دوعالم ﷺ کی پاکیزہ محبت نے پاک کر دیا تھا۔ ان کے فضائل، مناقب اور درجات میں اکثر آیات قرآنی اور احادیث نبوی موجود ہیں۔

صحابہ کرام کی طرف قبیح امور کا انتساب ممنوع ہے:

"نسیم الریاض" میں ہے: حدیث "لاتتخذوهم غرضا بعدی" کی شرح میں فرمایا:

والمعنی لاتذموهم ولاتطعنوا فيهم باسناد امور قبيحة لهم (1)

یعنی، اے ایمان والو! میرے صحابہ کی طرف ناپسندیدہ باتوں کی نسبت نہ کرو۔

کتابِ مذکور میں دوسری جگہ لکھا ہے:

لا يذكر احد منهم بسوء ای بامر قبيح ولا يغمص عليه امر، ای لا يعاب ولا ينقص فی امر من اموره بل يذكر حسناتهم و فضائلهم و يسكت عما وراء ذلك كما قال ﷺ [اذا ذكر اصحابی فامسكوا] عن الطعن فيهم و ذكرهم بمايوهم نقصا فيهم (2)

ترجمہ: کسی صحابی کا برائی کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے یعنی، کسی قبیح امر کے ساتھ ان کو یاد نہ کیا جائے اور ان کے کسی معاملے میں برائی نہ نکالی جائے یعنی، کسی کی عیب جوئی نہ کی جائے اور نہ ہی کسی صحابی کے کسی معاملے میں ان کی تنقیص کی جائے بلکہ ان کی اچھائیاں اور فضائل بیان کئے جائیں اور اس کے علاوہ دیگر امور میں سکوت اختیار کیا جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب میرے صحابہ کا ذکر کرو تو اپنی زبانوں کو روکے رکھو یعنی، ان پر طعن کرنے اور ایسی باتیں بیان کرنے سے اجتناب کرو جو صحابہ کی

---

(1)۔۔:(نسيم الرياض فی شرح شفاء القاضی عياض، القسم الثانی فيما يجب علی الانام الخ، الباب الثالث فی تعظيم امره، تحت قوله: لا يذكر احد منهم، جلد ۴، ص ۵۱۴)

(2)۔۔:(نسيم الرياض فی شرح شفاء القاضی عياض، القسم الثانی فيما يجب علی الانام الخ، الباب الثالث فی تعظيم امره، تحت قوله: لا يذكر احد منهم، جلد ۴، ص ۵۱۴)

عیب جوئی اور تنقیص کا وہم پیدا کریں۔

کسی بھی صحابی کو برا کہنا ممنوع ہے:

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کی "شرح شفا" میں ہے:

"(ولا یذکر أحدمنهم بسوء) لأن الله أثنى عليهم في مواطن كثيرة من كتابه ووصى النبي عليه الصلوة والسلام أمته في تعظيم أصحابه بنحو قوله: لا تسبوا أصحابي، مع تعميم قوله عليه الصلوة والسلام: لا تذكروا موتاكم الا بخير ولأنه من الفواحش المحرمة باجماع أهل السنة[1]

یعنی، کسی صحابی کا برائی کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے؛ کیوں کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں کثیر مقامات پر صحابہ کرام کی شان بیان کی ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اپنے اصحاب کی تعظیم کرنے کی وصیت اپنے اس فرمان: میرے صحابہ کو برا نہ کہو سے بیان فرمائی ہے اور آپ ﷺ کا یہ مذکورہ فرمان، دوسرے فرمان: اپنے مردوں کا ذکر خیر ہی سے کیا کرو، کی طرح عام ہے اور اس لئے بھی کہ اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام کو برا کہنا، حرام کردہ قبیح امور میں سے ہے۔

ان احادیث مقدسہ وعبارات اکابر علما قدست اسرارہم میں جن آداب کی تعلیم ہے ان آداب کے حق دار رسولِ اقدس، سیدِ عالم ﷺ کے باقی صحابہ کی طرح سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح ان کا بھی ادب واحترام پورے طور پر ملحوظ رکھیں اور ان کی ذاتِ ستودہ صفات کے خلاف کسی وقت بھی زبان طعن دراز نہ کریں۔ رسولِ پاک ﷺ کا صحابی ہونے کا شرف اللہ تعالی نے ان کو عطا کیا ہے۔ ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں۔ ان کو ہر امر قبیح سے اور فعل شنیع سے پاک سمجھیں۔ عوام کو ان کی عظمت وفضیلت سے آگاہ کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً ان کے فضائل ومناقب، خصائص ومحامد بیان کرتے رہا کریں۔ ان کی نیک

---

(1)۔۔:(شرح الشفاء للقاضی عیاض للعلامة القاری، الفصل الثانی: ومن توقیره وبره توقیرالغ، الباب الثالث فی تعظیم امره، تحت قوله: لایذکر احدمنهم بالسوء، ج ۲، ص ۹۰)

سیرت پاک کردار کی تشہیر جل جلالہ ورسول اللہ ﷺ کی رضاو خوشنودی ہے۔

تیسرا مقدمہ

تاریخی روایتیں بے سروپا حکایتیں صحابہ کرام کے خلاف قطعاً ناقابل اعتبار ہیں

اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن ظن نہایت ہی ضروری ہے اور لازم ہے کہ ان سے رذیل چیزوں کی نفی کریں۔ اگر کسی روایت میں کوئی ایسی بات آجائے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شانِ رفیع کے خلاف ہو تو ایسی روایت میں تاویل کرنا ضروری ہے، اگر تاویل کی کوئی صورت نہ ہو تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ راوی نے غلط بیان کیا ہے۔ صحابہ کی شان رذیل بات سے بلند وبالا ہے۔ راویوں کی روایات میں کوئی ایسی بات منقول نہیں کہ جس میں صحابی کی شان کے خلاف ذکر ہو اور اگر اس میں تاویل متعذر و ناممکن ہو تو اس منکر کلمے کی حکایت راوی کو غلطی پر محمول کرنا ہے اور ہدایت کے ستارے صحابی کا دامن اس منکریات سے پاک ہے۔

صحابہ کرام معصوم نہیں تھے مگر۔۔۔!:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ "شرح مسلم" میں فرماتے ہیں:

ولسنا نقطع بالعصمة إلا للنبي صلى الله عليه وسلم ولمن شهد له بها لكنا مأمورون بحسن الظن بالصحابة رضي الله عنهم أجمعين ونفي كل رذيلة عنهم وإذا انسدت طرق تأويلها نسبنا الكذب إلى رواتها. (1)

یعنی، ہم نبی کریم ﷺ کے لئے اور جس کے متعلق آپ نے عصمت کی گواہی دی اس کے لئے عصمت کا عقیدہ رکھتے ہیں البتہ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے

(1)۔۔:المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج، المعروف شرح صحيح مسلم للنووي ،كتاب الجهاد والسير، باب حكم الفئ، حديث 4496، تحت قوله: اقض بيني وبين هذا الكاذب، جلد ۸، ص ۴۸۵۳)

ساتھ حسن ظن رکھنے اور ان کی ذات سے ہر بری بات کی نفی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب کسی بھی بری بات کی تاویل کا راستہ مسدود ہو جائے تو ہم اس بری بات کو صحابی کی طرف منسوب کرنے کے بجائے، راوی کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔

صحابی کے متعلق قابل اعتراض بات کی تاویل واجب ہے:

نیز امام نووی نے اسی میں فرمایا:

قال العلماء: الأحاديث الواردة التي في ظاهرها دخل على صحابي يجب تأويلها قالوا: ولا يقع في روايات الثقات إلا ما يمكن تأويله[1]

یعنی علماء فرماتے ہیں کہ وہ مرویات جن کے ظاہر سے کسی صحابی پر اعتراض لازم آتا ہو ان کی تاویل کرنا واجب ہے، نیز علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایسی کوئی بات ثقہ راویوں کی روایات میں موجود نہیں اور جو ہیں، ان کی تاویل ممکن ہے۔

صحابہ کرام کے متعلق تاریخی روایات مردود ہیں:

"نسیم الریاض" میں ہے:

"والامساک عما شجر بینهم ومعاداة من عاداهم، والاضراب عن اخبار المورخین التی نقلوها عنهم فانها تورث تنقیص بعضهم بما نقلوه، وجهلة الرواة الذین رووا قصصا باطلة تودی لسوء ظن بهم، والضلال الشیعة والمبتدعین"[2]

یعنی، صحابہ کرام کے مابین ہونے والے مشاجرات سے کفِ لسان کیا جائے اور جو صحابہ کرام سے دشمنی رکھے اُس سے دشمنی رکھی جائے اور صحابہ کرام کے متعلق مؤرخین کی نقل کردہ روایات سے اعراض کیا جائے؛ کیوں کہ ان مرویات کے سبب بعض اصحاب کی شان میں تنقیص لازم آتی ہے اور جاہل راویوں کی مرویات سے بھی

---

(1)۔۔المنهاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج، المعروف شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب الفضائل، باب من فضائل علی بن ابی طالب، حدیث 6103، تحت قوله: ان معاویة قال لسعد بن ابی وقاص، جلد ١٠، ص ٢٣٠٣)

(2)۔۔:(نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، القسم الثانی فیما یجب علی الانام الخ، الباب الثالث فی تعظیم امره، تحت قوله: لا یذکر احد منهم، جلد ٤، ص ٥١٤، ٥١٣)

اعراض کیا جائے جنہوں نے ایسے باطل قصے بیان کئے جن سے اصحاب رسول کے متعلق سوءِ عقیدت پیدا ہوتی ہے نیز شیعوں کی گمراہیوں اور بدعتیوں سے بھی اجتناب کیا جائے۔

صحابہ کے متعلق اکثر تاریخی روایات جھوٹی ہیں:

ملا علی قاری کی "شرح شفا" میں ہے:

"(والاضراب عن أخبار المؤرخين) أى عن أقوال أصحاب التواريخ، فان غالبهم غير صحيح بل كذب صريح.[1]

ترجمہ: [اور مورخین کی روایتوں سے اعراض کرنا] یعنی مؤرخین کے اقوال سے اعراض کرنا لازم ہے کیونکہ ان میں سے زیادہ تر باتیں غیر صحیح بلکہ صریح جھوٹے اقوال ہیں۔

تاریخی روایات جو صحیح ہیں ان کی تاویل واجب ہے:

"حاشیہ شرح عقائد" میں ہے:

قال ابن دقيق العيد في عقيدته: و ما نقل فيما شجر بينهم و اختلفوا فيه فمنه ماهو باطل و كذب فلا يلتفت اليه، و ما كان صحيحا اولناه تاويلا حسنا لان الثناء عليهم من الله سابق، و ما نقل من الكلام اللاحق محتمل للتاويل، و المشكوك والموهوم لا يبطل المحقق و المعلوم هذا[2]

یعنی، ابن دقیق العید اپنے عقیدہ میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے مشاجرات اور ان کے باہمی اختلافی مسائل کے بارے میں جو کچھ منقول ہے ان میں سے وہ باتیں جو

---

(1)۔۔۔: شرح الشفاء للقاضی عیاض للعلامۃ القاری، الفصل الثانی: ومن توقیرہ وبرہ توقیرالخ، الباب الثالث فی تعظیم امرہ، تحت قولہ: لایذکر احدمنھم بالسوء، ج ۲، ص ۹۰۔

(2)۔۔۔: مذکورہ حوالہ تک ہماری رسائی نہ ہو سکی، البتہ بعینہ یہی قول ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب شرح فقہ اکبر میں نقل کیا ہے ہم نے اسی کا حوالہ پیش کر دیا ہے۔: منح الروض الازھر شرح فقہ الاکبر للقاری، افضل الناس بعدالخلفاء الاربعہ، تحت قولہ: لانذکرالصحابۃ الابخیر، ص ۱۵۴)

محض باطل و جھوٹ کا پلندہ ہیں وہ لائق التفات نہیں اور جو روایات درجہ صحت کو پہنچتی ہیں ہم ان کی بہتر تاویل کرتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالی نے صحابہ کرام کی جو تعریف و ثنا بیان فرمائی ہے وہ مقدم ہے اور جو قابلِ اعتراض باتیں ہیں وہ بعد کی پیداوار ہیں اور قابلِ تاویل ہیں؛لہذا یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ مشکوک و موہوم اعتراضات ، اللہ کی جانب سے کی گئی محقق و معلوم تعریف و ثناء کو باطل نہیں کرسکتے۔اس بات کو یاد رکھ لو۔

لہذا کتب سیر و تواریخ میں جو روایات و حکایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان کے خلاف منقول ہیں اور شرعاً ان میں کوئی تاویل نہیں نکل سکتی تو اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک ایسی روایات و حکایات کا اعتبار نہیں کتب تواریخ میں تو کثرت سے ایسی بے سروپا غیر معتبر روایتیں ہیں۔

امام احمد رضا خان قدس سرہ کا فرمان:

چنانچہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدّد دین و ملت، علاّمہ مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ جلیلہ ”منیر العین“ کے صفحہ ۱۱۲ پر فرمایا:

بنظرِ واقع سیر میں بہت اکاذیب و اباطیل بھرے ہیں کما لا یخفی۔ بہرحال فرق مراتب نہ کرنا، اگر جنون نہیں تو بدمذہبی ضرور ہے، بدمذہبی نہیں، تو جنون ضرور ہے۔

سیر جن بالائی باتوں کے لئے ہے اس حد سے تجاوز نہیں کرسکتے۔ ایسی روایات مذکورہ کسی حیض و نفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کے لائق نہیں، نہ کہ معاذ اللہ ان واہیات و معضلات و بے سروپا حکایات سے صحابہ کرام حضور سیّد الانام علیہ و علیٰ آلہ و علیہم افضل الصّلوۃ والسّلام پر طعن کرنا، اعتراض نکالنا، ان کی شان رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا، مگر گمراہ بددین مخالف و مضاد حق المبین۔

آج کل کے بدمذہب، مریض القلب، منافق شعار ان خرافات سیر و خرافات تواریخ و امثالہا سے حضرات عالیہ خلفاء راشدین و ام المؤمنین عائشہ صدیقہ و طلحہ و زبیر و معاویہ و عمرو ابن العاص و مغیرہ ابن شعبہ و غیرہم، اہلِ بیت و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں متوحش و مہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذبِ واحض اور بہت الحاقات ملعونہ روافض چھانٹ لائے اور ان

سے قرآن عظیم ارشادات مصطفیٰ ﷺ و اجماع امت و اساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں، بے علم لوگ انہیں سن کر پریشان ہوتے یا فکرِ جواب میں پڑتے ہے۔

ان کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنیٰ مسلمان کو گناہ گار ٹھہرانے کے لئے مسموع نہیں ہوسکتے نہ کہ محبانِ خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ و کلام الرسول، مالا مال ہے جل جلالہ و ﷺ۔

امام حجۃ الاسلام، مرشد الانام محمد، محمد، محمد غزالی قدس سرہ العالی "احیاء العلوم شریف" میں فرماتے ہیں: لا یجوز نسبۃ مسلم الی کثیرۃ من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال ان ابن ملجم قتل علیا فان ذلک ثبت متواترا

یعنی، کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام ہے، ہاں! یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الآخرین نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا کہ یہ بتواتر ثابت ہے۔

حاشاللہ! اگر مورخین وامثالہم کی ایسے حکایات، ادنیٰ قابلِ التفات ہوں تو اہلِ بیت و صحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء و مرسلین وملائکہ مقربین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے کہ ان مہملات مخذولہ سے حضرات سعاداتنا و مولانا آدم صفی اللہ و داؤد خلیفۃ اللہ و سلیمان نبی اللہ و یوسف رسول اللہ سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ ﷺ تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رو بیٹھنا ہے۔

ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع ردِ جلیل کتاب مستطاب "شفا شریف" امام قاضی عیاض اور اس کی شروح و غیرہا سے ظاہر لا جرم ائمہ ملت و ناصحانِ امت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال و ضلال کے مہملات اور سیر و تواریخ کی حکایات پر ہر گز کان نہ رکھا جائے۔

شفا و شروح شفا و مواہب و شرح مواہب و مدارج شیخ محقق و غیرہا میں بالاتفاق فرمایا، جسے میں صرف مدارج النبوۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی، ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے، فرماتے ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ:

از توقیر و بر آنحضرت ﷺ توقیر اصحاب و بر ایشاں است و حسن ثنا

و رعایت ادب بایشاں و دعا و استغفار مر ایشاں ر داو حق است مر کشے را کہ ثنا کردہ حق تعالی بروے و راضی است ازدے کہ ثنا کردہ شود بردے و سب و طعن ایشاں اگر مخالف ادلہ قطعیہ است کفر است و الا بدعت و فسق و همچنیں امساک و کف نفس از ذکر اختلاف و منازعات و قائع کہ میان ایشاں شدہ و گذشتہ است و اعراض و اضراب از اخبار مؤرخین و جملہ رواۃ ضلال شیعہ و غلاۃ ایشاں و مبتدعین کہ ذکر قوادح و زلات ایشاں کنند کہ اکثر آں کذب و افتراء است و طلب کردن در آنچہ نقل کردہ شدہ است است از ایشاں از مشاجرات و محاربات احسن تاویلات و اصوب مخارج و عدم ذکر هیچ یکے از ایشاں بہ بدی و عیب بلکہ ذکر حسنات و فضائل و حمائد از ایشاں از جهت آنکہ صحبت ایشاں بآنحضرت ﷺ یقینی اس تو ماوراء آں ظنی است و کافی است دریں باب کہ حق تعالی بر گزید ایشاں را برائے صحبت حبیب خود ﷺ طریقہ اهلسنت و جماعت دریں باب ایں است در عقائد نوشتہ اند لا تذکر احد منهم الا بخیر و آیات و احادیث کہ در فضائل صحابہ عموماً و خصوصاً واقع شدہ است دریں باب کافی است اھ مختصرا [(1)]

یعنی، نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و احترام در حقیقت آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے۔ ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہئے اور ان کے لئے دعا و طلب مغفرت کرنی چاہئے، بالخصوص جس جس کی اللہ تعالی نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی ہوا ہے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے۔ پس! اگر ان پر طعن و سب کرنیوالا دلائل قطعیہ کا منکر ہے تو کافر، ورنہ مبتدع و فاسق۔

اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا واقعات ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے اور ان اخبار و واقعات سے اعراض کیا جائے جو مؤرخین جاہل راویوں اور گمراہ و غلو کرنے والے شیعوں نے بیان کئے ہیں اور بدعتی لوگوں کے

---

(1)۔۔: مدارج النبوۃ:

ان عیوب اور برائیوں سے جو خود ایجاد کر کے ان کی طرف منسوب کر دیئے اور ان کے ڈگمگا جانے سے؛ کیوں کہ وہ کذب بیانی اور افتراء ہے اور ان کے درمیان جو محاربات و مشاجرات منقول ہیں ان کی بہتر توجیہ و تاویل کی جائے اور ان میں سے کسی پر عیب یا برائی کا طعن نہ کیا جائے بلکہ ان کے فضائل، کمالات اور عمدہ صفات کا ذکر کیا جائے؛ کیوں کہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کی محبت یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی معاملات ظنی ہیں اور ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالی نے انھیں اپنے حبیب علیہ السلام کی محبت کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ اہل سنت و جماعت کا صحابہ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے۔ اس لئے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر، خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور اصحاب کے فضائل میں جو آیات و احادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں۔

مختصر امام محقق سنوسی علامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی "شرح مواہب" میں فرماتے ہیں:

ما نقله المور خون قلت حياء ادب یعنی، مورخین کی نقلیں قلت حیاء و ادب سے ہیں۔ امام اجل، ثقہ، ثبت، حافظ، متقن، قدوہ، یحییٰ بن سعید قطان نے کہ اجلہ آئمہ تابعین سے ہیں، عبد اللہ توریری سے پوچھا: کہاں جاتے ہو؟ کہا: وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو، فرمایا: "تکتب کذبا کثیرا یعنی، بہت سا جھوٹ لکھو گے۔ ذکرہ فی المیزان۔

تفصیل اس مبحث کی ان رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں تصنیف کئے۔ یہاں شاہ عبد العزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے۔

مطاعن افضل الصدیقین رضی اللہ عنہ سے طعن تخلف جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی رد میں فرماتے ہیں، جملہ "لعن اللہ من تخلف عنها" ہر گز در کتب اہل سنت موجود نیست "قال الشهر ستانی فی الملل والنحل ان هذه الجملة موضوعة و مفتراة" بعض فارسی نویسان کہ خود در امحدثین اہل سنت ثمردہ اندر سیر خود ایں جملہ را آوردہ برائے الزام اہل سنت کفایت نمیکند زیراکہ

اعتبار حدیث نزد اھل سنت بیا فتن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم بالصحۃ و حدیث بے سند و نزد ایشاں شتر بے مہار است کہ اصلاً گوش بآں نمی نہند۔[1]

یعنی، جملہ [لعن اللہ من تخلف عنھا] کتب اہل سنت میں ہرگز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے، اور بعض فارسی لکھنے والوں نے خود کو محدّثین اہلِ سنت ظاہر کیا ہے اور اہلِ سنت کو الزام دینے کے لئے اپنی کتب میں اس جملہ کو شامل کر دیا، لیکن یہ قابلِ اعتبار نہیں، اہلِ سنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدّثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ جو کہ ہرگز قابلِ سماعت نہیں۔

اسی رسالہ جلیلہ کے صفحہ ۴۰[2] کے حاشیہ پر فرمایا:

مسئلہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ **"البشریٰ العاجلة من تحف اجله و رساله، الاحادیث الروایة لمدح الامیر معاویة و رساله، عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام و رساله، ذب الاهواء الواهیة فی باب الامیر معاویة و غیرها"** میں ہے الخ۔[3]

اللہ اللہ! اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت رضی اللہ عنہ کی قوتِ علمیہ اور جوشِ ایمانی دیکھئے کہ صحابہ کرام خصوصاً سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت شان اور ان سے مطاعن کے رد میں کتنے رسالے تصنیف فرمائے ہیں۔ واقعی جس سمت آ گئے ہیں سکے بٹھا دئے ہیں جزاہم اللہ عنا و عن سائر المسلمین احسن الجزاء۔

انبیاء کرام نقائص سے پاک ہوتے ہیں:

علامہ نووی علیہ الرحمہ "شرح مسلم" جلد ثانی میں فرماتے ہیں:

ومنها ما قاله القاضی وغیرہ أن الأنبیاء صلوات اللہ و سلامه علیهم منزهون

---

(1)۔۔:(فتاویٰ رضویہ، جلد ۵، ص ۵۸۲)

(2)۔۔:یہ حوالہ قدیم نسخہ کے مطابق ہے، جبکہ جدید نسخہ کے مطابق حوالہ ذیل میں درج کر دیا ہے۔

(3)۔۔:(حاشیہ فتاویٰ رضویہ، جلد ۵، ص ۴۷۸)

عن النقائص في الخلق و الخلق سالمون من العاهات و المعايب، قالوا: و لا التفات الى ما قاله من لا تحقيق له من أهل التاريخ في اضافة بعض العاهات الى بعضهم بل نزههم الله تعالى من كل عيب و كل شيء يبغض العيون أو ينفر القلوب [1]

یعنی، حدیث کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ امام قاضی و دیگر علما نے فرمایا کہ: انبیاء کرام صلوات اللہ و سلامہ علیہم اپنی تخلیق و محاسن میں ہر نقص سے پاک ہوتے ہیں اور آفات و عیوب سے محفوظ ہوتے ہیں۔ علما فرماتے ہیں: غیر محقق مؤرخین نے جن بعض آفات کی نسبت انبیا کرام کی طرف کی ہے ان کی طرف التفات کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ اللہ تعالی نے انبیا کرام کو ہر عیب سے اور ہر اس شئی سے جو آنکھوں کے لئے قابلِ نفرت ہو اور دلوں کو متنفر کرنے والی ہو سے پاک فرمادیا ہے۔

خلاصہ کلام:

حاصل یہ ہے کہ تاریخی روایتیں بے سروپا حکایتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف قطعاً قابلِ اعتبار نہیں، اہل سنت و جماعت کا یہ مسلک ہے۔

چوتھا مقدمہ

صحابہ کرام کی پوری جماعت عادل ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر صحابی عادل ہے۔

اصحاب جمل و صفین عادل تھے:

نبراس میں ہے:

فان المذهب عندنا أن أصحاب الجمل والصفين عدول لأنهم اما مجتهدون و اما المقلدون لهم۔ [2]

---

(1)۔۔:(المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج، المعروف شرح صحيح مسلم للنووي، كتاب الفضائل، باب من فضائل موسى، حديث 6032، تحت قوله: فاغتسل عندمويه، جلد ١٠، ص ٢٢٣٠)

(2)۔۔:(النبراس مع شرح شرح العقائد النسفية، باب، خلافة الخلفاء الراشدين، تحت قوله: وبايعوه لما كان اهل عصره واولاهم بالخلافة، ص ٤٩٢)

یعنی، بیشک ہمارا مذہب یہ ہے کہ اصحاب جمل و صفین عادل ہیں؛ کیوں کہ یا تو وہ خود مجتہد تھے یا مجتہدین کے مقلد تھے۔

مولیٰ علی حق پر تھے:

نبراس میں دوسرے مقام پر ہے:

وقال اهل السنة: كان الحق مع علي رضي الله عنه وان من حاربه مخطي في الاجتهاد، فهو معذور، وان كلامن الفريقين عادل صالح، ولا يجوز الطعن في احد منهم للاحاديث المشهورة في مدح الصحابة رضي الله عنهم والنهي عن سبهم ،وهذا هو الحق، فماذا بعد الحق الا الضلال "(1)

یعنی، اہلِ سنت اس بات کے قائل ہیں کہ حق مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور آپ کے ساتھ جنگ کرنے والے اجتهادی خطا پر تھے اور وہ معذور تھے اور بیشک ہر دو فریق عادل، صالح ہیں اور کسی ایک کی جناب میں بھی طعن کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ احادیث مشہورہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف آئی ہے اور انہیں برا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہی بات حق ہے اور حق کے علاوہ صرف گمراہی ہے۔

صحابہ پر طعن نہ کرنا واجب ہے:

الصواعق المحرقہ میں ہے:

اعلم ان الذي اجمع عليه اهل السنة والجماعة انه يجب على كل مسلم تزكية جميع الصحابة باثبات العدالة لهم والكف عن الطعن فيهم والثناء عليهم "(2)

یعنی، جان لو کہ اہلِ سنت و جماعت کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ ہر مسلمان پر صحابہ کرام کو عادل ماننا واجب ہے اور تمام صحابہ کو پاک و صاف سمجھنا اور ان پر طعن سے اجتناب کرنا اور انکی تعریف کرنا لازم ہے۔

---

(1)۔۔:(النبراس مع شرح شرح العقائد النسفية ،باب خلافة الخلفاء الراشدين، تحت قوله: وماوقع من المخالفات والمحاربات الخ، ص۴۹۳)

(2)۔۔:(الصواعق المحرقة في الرد على اهل البدع والزندقة، الخاتمة في بيان اعتقاد اهل السنة والجماعة في الصحابة، ص ۳۱۵)

صحابہ کا اختلاف عناد پر مبنی نہیں تھا:

آپس میں جو بعض صحابہ کا اختلاف ہوا تو وہ غرض دنیوی اور خط نفسانی کی بنا پر نہ تھا، عناد کے سبب سے نہ تھا۔ نیز اصول میں قطعاً اختلاف نہ تھا بلکہ بعض فروعی مسائل میں تھا۔ صحابہ کرام وائمہ عظام رضی اللہ عنہم کا فروع میں اختلاف رحمت ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا: "اختلاف امتی رحمة" (او کما قال)[1] اور صحابہ کرام تو مقدمات دینی ہیں ان کا جو اختلاف اجتہادی ہے وہ بھی رحمت ہے اور جو اجتہادی نہیں وہ بھی رحمت ہے؛ اس لئے کہ ان کا اختلاف عناد و فساد کی غرض سے نہ تھا، بلکہ تاویل شرعی سے تھا اس اختلاف کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدالت و ہدایت پر تھے۔

امیر المؤمنین مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور جتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان دونوں کے ساتھ تھے، سب کے سب بلا استثناء قبلِ اختلاف اور وقتِ اختلاف اور بعدِ اختلاف ہدایت و صداقت پر تھے۔

تمام صحابہ خیر کے متلاشی تھے:

"شرح فقہ اکبر" میں ہے:

"(ولا نذكر الصحابة) أى مجتمعين و منفردين (الا بخير) وان صدر من بعضهم بعض ماهو فى صورة شر، فانه اما كان عن اجتهاد ولم يكن على وجه فساد من اصرار و عناد، بل كان رجوعهم عنه الى خير معاد بناء على حسن الظن بهم ولقوله عليه الصلوة والسلام: خير القرون قرني ولقوله عليه الصلاة والسلام: اذا ذكر اصحابى فامسكوا ولذلك ذهب جمهور العلماء الى أن الصحابة رضى الله عنهم كلهم عدول قبل فتنة عثمان و على، وكذا بعدها، ولقوله عليه الصلوة والسلام: اصحابى كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم. (روى الدارمى و ابن عدى و

---

(1) ۔۔۔(المقاصد الحسنة فى بيان كثير من الاحاديث المشتهرة على الالسنة، حرف الهمزة، حديث ۳۹، ص ۳۶)

غیرھما)"[1]

یعنی، ہم تمام صحابہ کرام کا ذکر خیر ہی سے کرتے ہیں، خواہ تمام کا اجتماعی ذکر ہو یا کسی ایک صحابی کا انفرادی ذکر ہو اور صحابہ کرام کے متعلق ہمارا حسنِ ظن یہی ہے کہ اگرچہ بعض صحابہ کرام سے بعض ایسے امور کا صدور ہوا جو ظاہری صورت میں شر تھے، مگر دَرحقیقت یا تو ان امور کا صدور اجتہاد سے ہوا یا کسی فساد یعنی، اصرار و عناد کی بناء پر نہ ہوا، بلکہ صحابہ کرام کا مقصد فساد کے بجائے بہتری کا راستہ اختیار کرنا تھا؛ کیوں کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: تمام زمانوں میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے اور آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ: جب میرے کسی صحابی کا ذکر ہو تو اپنی زبان روک کر رکھو؛ اسی وجہ سے جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام فتنہ سیّدنا عثمان و سیّدنا علی سے قبل بھی عادل تھے اور اسی طرح اس کے بعد بھی عادل ہی تھے؛ کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے کسی کی بھی پیروی کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔ اس حدیث کو امام دارمی، ابن عدی اور دیگر محدِّثین نے روایت کیا ہے۔

صحابہ کی جنگوں کو درست محمل پر محمول کریں گے:

"شرح عقائد" میں ہے:

"وماوقع بینھم من المنازعات والمحاربات فلہ محامل و تاویلات"[2]

یعنی، جو جھگڑے اور جنگیں صحابہ کرام کے مابین ہوئیں ان کو بہتر تاویلات و محامل پر محمول کریں گے۔

صحابہ کرام کا اختلاف فروعی تھا، اصولی نہ تھا:

"مشکوۃ شریف" کے حاشیہ پر "مرقاۃ" سے منقول ہے:

---

(1)۔۔:(منح الروض الازھر شرح فقہ الاکبر، افضل الناس بعد الخلفاء الاربعہ، تحت قولہ: لانذکر الصحابۃ الابخیر، ص ۱۵۴)

(2)۔۔:(شرح عقائد النسفیۃ مع النبراس، باب: نکف عن ذکر الصحابۃ الابخیر، ص ۵۲۸)

وفیه أن اختلاف الأئمة رحمة للأمة قال الطیبی المراد به اختلاف فی الفروع لافی الأصول.[1]

یعنی، اس حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ ائمہ کا اختلاف امت کے حق میں رحمت ہے۔ امام طیبی فرماتے ہیں کہ اس اختلاف سے فروعی اختلاف مراد ہے نہ کہ اصولی اختلاف۔

صحابہ کرام کا اختلاف فقہی اختلاف کی مثل تھا:

نیز اسی میں ہے:

وأما معاویة فهو من العدول الفضلاء والصحابة الاخیار والحروب التی جرت بینهم کانت لکل طائفة شبهة اعتقدت تصویب انفسها بسببها و کلهم متاولون فی حروبهم ولم یخرج بذلک احد منهم من العدالة لانهم مجتهدون اختلفوا فی مسائل کما اختلف المجتهدون بعدهم فی مسائل ولا یلزم من ذلک نقص احدمنهم.[2]

یعنی، جہاں تک معاویہ ہیں تو وہ عادل، صاحب فضیلت اور اصحابِ خیر میں سے ہیں اور وہ جنگیں جو صحابہ کرام کے مابین ہوئیں اس کا سبب یہ تھا کہ ہر گروہ کو شبہہ لاحق تھا کہ وہی حق پر ہے اور چونکہ سبھی جنگ کرنے میں تاویل پر تھے؛ لہٰذا اس سبب سے کسی کو غیر عادل نہیں کہا جائے گا؛ کیوں کہ ان میں سے ہر ایک مجتہد تھا اور ان کا چند مسائل میں اختلاف ایسے ہی ہے جیسے بعد کے مجتہدین میں بعض مسائل میں اختلاف واقع ہوا؛ لہٰذا اس سبب سے کسی کی تنقیص جائز نہیں۔

مولیٰ علی ہی خلیفہ وقت تھے:

علامہ نووی "شرح مسلم" میں فرماتے ہیں:

---

(1)۔۔: (مرقاۃ المفاتیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابہ، حدیث ۶۰۱۸، جلد ۱۱، ص ۱۶۳)

(2)۔۔: (مرقاۃ المفاتیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابہ ج ۱۱ ص ۱۵۱)

"وأما علی رضی اللہ عنہ فخلافتہ صحیحۃ بالاجماع و کان ھو الخلیفۃ فی وقتہ لاخلافۃ لغیرہ و اما معاویۃ رضی اللہ عنہ فھو من العدول، الفضلاء و الصحابۃ النجباء"[(1)]

یعنی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بالاجماع حق تھی اور آپ ہی خلیفہ وقت تھے۔ آپ کی موجودگی میں کوئی دوسرا خلافت کا حقدار نہیں تھا اور جہاں تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے تو آپ عادل، فضیلت والے اور صاحب نجابت صحابہ کرام میں سے ہیں۔

بلکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کمالِ عدالت و قبولِ شہادت و تسلیم روایت پر اجماع و اتفاق نقل فرمایا۔

صحابہ کرام اپنے عمل میں معذور تھے:

"شرح مسلم" میں ہے:

فکلھم معذورون رضی اللہ عنھم، ولھذا اتفق اھل الحق و من یعتد بہ فی الاجماع علی قبول شھادتھم ،و روایاتھم، و کمال عدالتھم رضی اللہ عنھم اجمعین و اللہ اعلم بالصواب۔[(2)]

یعنی، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے معاملات میں معذور تھے؛اسی وجہ اہلِ حق اور جن علماء کا اجماع میں اعتبار کیا جاتا ہے ان سب نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ صحابہ کرام کی گواہی ان کی مرویات اور ان کی کامل عدالت کو قبول کیا جائے گا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ واللہ اعلم بالصواب۔

صحابہ کا اختلاف، خطاءِ اجتہادی پر مبنی تھا:

"شرح عقائد" میں فرمایا کہ: یہ اختلاف اجتہاد میں خطا کی وجہ سے تھا۔

اس کے حاشیہ پر ملا عصام نے فرمایا:

---

(1)۔۔:(المنھاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج،المعروف شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابۃ،جلد ١٠،ص ٢٢٥٦)

(2)۔۔:(المنھاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج،المعروف شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابۃ،جلد ١٠،ص ٢٢٥٦)

والمقصود منه: دفع الطعن من معاوية، ومن تبعه من الاصحاب، وعن طلحة، والزبير وعائشة رضي الله عنهم، فان الواجب حسن الظن باصحاب رسول الله واعتقاد براءتهم عن مخالفة الحق، فانهم اسوة اهل الدين و مدار معرفة الحق واليقين"(1)

یعنی، اس سے اصل مقصود سیّدنا معاویہ اور آپ کی پیروی کرنے والے دیگر اصحاب اور سیّدنا طلحہ وسیّدنا زبیر وسیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے طعن کو دور کرنا ہے؛ کیوں کہ تمام اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حسنِ ظن رکھنا واجب ہے اور اسی طرح یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ حق کی مخالفت کرنے سے بری تھے؛ کیوں کہ تمام صحابہ کرام اہلِ دین کے سردار اور حق ویقین کی معرفت کے مدار المہام ہیں۔

صحابہ کرام کی عدالت پر اجماع ہے:

"نسیم الریاض شرح شفا" میں ہے:

"فی اصحابی کلھم خیر" کی شرح میں فرمایا:

فكلهم علماء عدول، كما في حديث: خير القرون قرني، ثم وثم، وهذا سبب ما حكاه امام الحرمين رحمة الله عليه من الاجماع على عدالتهم كلهم صغيرهم وكبيرهم (2)

یعنی، تمام صحابہ علما، عادل ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: تمام زمانوں میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر ان کا جنہوں نے مجھے دیکھا، پھر انکا جنہوں نے مجھے دیکھنے والوں کو دیکھا۔ اسی سبب سے امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے چھوٹے بڑے تمام صحابہ کرام کی عدالت پر اجماع نقل کیا ہے۔

صحابہ کی جنگیں دنیاوی اغراض سے پاک تھیں:

---

(1)۔۔: (شروح و حواشی العقائد النسفیہ، حاشیۃ ملاعصام علی شرح العقائد، افضل البشر بعد نبینا، تحت قولہ: لم یکن عن نزاع فی خلافتہ، ج۵، ص۱۷۸)

(2)۔۔: (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، القسم الثانی فیما یجب علی الانام من حقوقہ، الباب الثالث فی تعظیم امرہ، تحت قولہ: فی اصحابی کلھم خیر، جلد۴، ص۵۱۹)

پھر اسی صفحہ پر فرمایا:

(وان یلتمس لھم فیما نقل عنھم من مثل ذلک فیما کان بینھم من الفتن) کما وقع بین علی و معاویۃ رضی اللہ عنھما (احسن التاویلات والمحامل) لانھا امور وقعت باجتھاد منھم، لا لاغراض نفسانیۃ و مطامع دنیویۃ کما یظنہ الجھلۃ (ویخرج اصوب المخارج) بان یحملہ علی امر محمود و یاولہ بما یخرج عن عدہ من المعایب الی الحاقہ بالمحاسن (اذ ھم اھل ذلک) ای مستحقون بان یحمل ماصدر منھم علی امور حسنۃ محمودۃ"[1]

یعنی، صحابہ کرام کے حوالے سے فتنوں کے متعلق جو امور منقول ہیں جیسا کہ سیّدنا علی و سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقعات ہوئے تو ان کی بہتر تاویلات اور بہتر محمل تلاش کئے جائیں گے؛ کیوں کہ وہ امور ان کے اجتہاد کے سبب وقوع پذیر ہوئے۔ ان میں نہ تو نفسانی خواہشات کا دخل تھا اور نہ ہی دنیوی طمع و لالچ شامل تھا جیسا کہ بعض جاہلوں نے ایسا گمان کیا ہے اور صحابہ کرام کے معاملات کی بہتر توجیہ نکالی جائے گی: یوں کہ ان کے معاملات کو نیک نیتی پر محمول کریں گے اور ایسی تاویل پیش کریں گے کہ جس سے ان کی جناب میں گستاخی نہ ہو، بلکہ اس سے بھی ان کی تعریف و ثناء مترشح ہو؛ کیوں کہ وہ اسی بات کے مستحق ہیں یعنی، ان سے جو کچھ صادر ہوا وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ اس کو محض نیک نیتی اور اچھے محمل پر محمول کیا جائے۔

سیّدنا معاویہ و دیگر اصحاب کی خطاء، عنادی نہ تھی:

حضرتِ مجدّد الف ثانی قدس سرہ الربانی کا ارشاد ہے کہ حضرت مولی علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا و سیّدنا طلحہ و سیّدنا زبیر و سیّدنا معاویہ و سیّدنا عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہم کی جو لڑائیاں ہوئیں ان سب میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم حق پر تھے اور یہ حضرات خطا پر، لیکن وہ خطا

(1)۔۔:(نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، القسم الثانی فیمایجب علی الانام من حقوقہ، الباب الثالث فی تعظیم امرہ، تحت قولہ :وان یلتمس لھم الخ، جلد ۴، ص ۵۱۴)

عنادی نہ تھی بلکہ خطا اجتہادی تھی، مجتہد کو اس خطا اجتہادی پر بھی ثواب ملتا ہے۔

ہم کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت رکھنے، ان سب کی تعظیم کرنے کا حکم ہے۔ جو کسی صحابی کے ساتھ بغض و عداوت رکھے وہ بدمذہب ہے۔ (مکتوب ۲۶۹ جلد اول صفحہ ۳۳۲ منقول از ارشادات)[1]

ان تصریحات سے ظاہر ہے کہ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں خطا اجتہادی ہوئی، اس اختلاف کے وقت بھی یہ سب عادل تھے۔

(1)۔۔: مکتوبات شریف کا یہ مقام دیکھا مگر محولہ بالا حوالہ کے مطابق وہاں اس کے بجائے دوسرا مکتوب اسی نمبر سے درج تھا، تلاش بسیار کے بعد مذکورہ مکتوب کا حوالہ ملا جسکا نمبر کچھ اور تھا، معلوم یہ ہوتا ہے کہ مرتب سے سہوا غلط نمبر درج ہو گیا۔ نیز مذکورہ قول بعینہ کتاب سے نقل نہیں کیا گیا بلکہ اسکا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ مکتوبات شریف مترجم، مکتوب ۲۵۱، ج ۲، ص ۵۱۰۔

پانچواں مقدمہ

خطا اجتہادی کی بنا پر مجتہد پر اعتراض غلط ہے

مجتہد کو بہر صورت نیکی ملتی ہے:

اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک مجتہد مصیب بھی ہوتا ہے اور کبھی مخطی بھی اور مذہب مختار یہ ہے کہ مجتہد کو ہر صورت میں اجر ملتا ہے، خواہ اس کا اجتہاد صحیح ہو خواہ اس میں خطا ہو، جس کا اجتہاد صحیح ہو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جس کے اجتہاد میں خطا ہو اس کو ایک اجر ملتا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے[1] دوسری حدیث میں ہے جس کا اجتہاد صواب ہو اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں اور جس کے اجتہاد میں خطا ہو اس کو ایک نیکی ملتی ہے۔[2]

بہر حال تحقیق یہ ہے کہ خطا اجتہادی کرنے والا بھی اجر و ثواب پانے والا ہے، گناہ گار ہر گز نہیں؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان شرعاً جس فعل کا مکلف ہو شریعت کے موافق اس فعل کے کرنے سے انسان کو اجر و ثواب ملتا ہے۔ مجتہد مسئلہ اجتہادی میں اجتہاد کرنے کا مکلف ہے۔ مجتہد نے حسبِ استطاعت اجتہاد کیا تو شرعاً اس حیثیت سے وہ اجر کا مستحق ہے، خواہ اجتہاد صواب ہو یا خطا؛ اسی لئے کتبِ عقائد و اصول میں ہے کہ جس مجتہد سے خطا اجتہادی واقع ہو وہ بھی ابتداءً مصیب ہے اس کا طرز استخراج مسئلہ صحیح ہے۔

فریقین کے پاس تاویل صحیح تھی:

چنانچہ سرکارِ غوث اعظم، قطب الاقطاب، حضرت شیخ الشیوخ، محی الدین، عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ "غنیۃ الطالبین" میں حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت اور حضرتِ امیر معاویہ اور ان کی جماعت رضی اللہ عنہم کے متعلق

---

(1)---:صحیح بخاری ،کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ،باب اجر الحاکم الخ،حدیث ۷۳۵۲،ج ۴،ص ۵۲۲۔

(2)---:المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب الاحکام،حدیث ۷۰۰۴۔

فرمایا:

"فکل ذهب الی تاویل صحیح"

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ مجتہد سے اگرچہ خطا ہو، مگر اس کی تاویل کو صحیح کہا جائے گا اور مجتہد کا عمل اجتہاد صحیح وصواب ہے اگرچہ انتہاءً خطا ہو۔

سبحان اللہ! اولیاء کے سرتاج حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق کیسا ادب فرمایا کہ ان کے اجتہادی اختلاف کو ایک ہی عنوان سے تعبیر فرمایا یعنی، ہر ایک کی تاویل کو صحیح فرمایا اور یہی شیوہ اکثر محققین کا ہے۔

مسائل اجتہادیہ میں مجتہد حق پر ہوتا ہے:

مسئلہ اجتہادیہ میں ہر مجتہد کو حق پر جانتے ہیں اگرچہ مصیب کو ابتدا و انتہا کے اعتبار سے حق پر سمجھتے ہیں اور مخطی کو ابتدا کے اعتبار سے حق پر جانتے ہیں، مگر ہر مجتہد کے متعلق حق پر ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔

"فتح الباری شرح صحیح بخاری" میں امام مازری سے منقول ہے:

"ان من قال: أن الحق فی طرفین هو قول اکثر اهل التحقیق من الفقهاء والمتکلمین وهو مروی عن الائمة الاربعة، وان حکی عن کل منهم اختلاف فیه"(1)

یعنی، بے شک جو یہ کہتا ہے کہ دونوں فریق حق پر تھے تو بعینہ یہی مؤقف اکثر فقہاء و متکلمین میں سے اہل تحقیق کا ہے اور یہی موقف ائمہ اربعہ سے مروی ہے اگرچہ اس بارے میں تمام ائمہ کا اختلاف بھی مذکورہ ہے۔

مجتہد کبھی مصیب، کبھی مخطی ہوتا ہے:

اور عقائد نسفی میں ہے: "المجتهد قد یخطی ویصیب"(2)

یعنی، مجتہد سے کبھی خطاء واقع ہوتی ہے اور کبھی وہ صواب کو پالیتا ہے۔

---

(1)۔۔:فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب اجر الحاکم اذا اجتهد الخ، تحت قوله: عن ابی سلمة عن النبی ﷺ، جلد ۲۴، ص ۱۵۳)

(2)۔۔:(شرح عقائد النسفیة مع النبراس، المجتهد قد یخطی وقد یصیب، ص ۵۶۷)

مجتہد صواب ہی کا مکلف نہیں:

اس کی شرح میں ہے:

"المختار ان الحکم معین و علیه دلیل ظنی، ان و جده المجتهد اصاب، و ان فقده اخطا و المجتهد غیر مکلف باصابته لغموضه و خفائه، فلذلک کان المخطی معذورا بل ماجورا، فلا خلاف علی هذا المذهب فی ان المخطی لیس بآثم"(1)

یعنی، مختار مذہب یہ ہے کہ حکم معین ہوتا ہے اور اس پر دلیل ظنی موجود ہوتی ہے اگر مجتہد اس دلیل ظنی کو پالے تو وہ درستی کو پہنچ جاتا ہے اور اگر وہ دلیل ظنی نہ پاسکے تو اس سے خطاء سرزد ہو جاتی ہے؛ اسی وجہ سے مجتہد کو حق تک پہنچنے کا مکلف نہیں بنایا گیا؛ کیوں کہ دلیل، غیر واضح اور مخفی ہوتی ہے؛ اسی وجہ سے مجتہد معذور ہوتا ہے بلکہ وہ اجر کا مستحق ٹھہرتا ہے؛ لہذا اس مذہب کے مطابق اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ مجتہدِ مخطی، گناہ گار نہیں ہوتا۔

مجتہد مصیب کو دوہرا اجر ملتا ہے:

نیز اسی میں ہے:

"قال علیه السلام: ان اصبت فلک عشر حسنات و ان اخطات فلک حسنة واحدة وفی حدیث آخر: جعل للمصیب اجرین وللمخطی اجرا واحدا"(2)

یعنی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تم حق کو پالو تو تمہارے لئے دس نیکیاں ہیں اور اگر تم سے خطا واقع ہو جائے تو تمہارے لئے ایک نیکی ہے۔ جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے مصیب کے لئے دو اجر اور مخطی کے لئے ایک اجر مقرر فرمایا ہے۔

---

(1)۔۔۔:(شرح عقائد النسفیہ مع النبراس، تحت قولہ: المجتہد قد یخطی و قد یصیب، ص ۵۶۸)

(2)۔۔۔:(شرح عقائد النسفیہ مع النبراس، المجتہد قد یخطی و قد یصیب، تحت قولہ: والدلیل علی ان المجتہد قد یخطی بوجوہ، ص ۵۷۰)

"فتح الباری شرح صحیح بخاری" میں ہے:

"وکلھم متاول ماجور ان شاء اللہ فالقاتل والمقتول فی النار اذا کان القاتل منھا بغیر تاویل سائغ اما اذا کان صحابیین نامرھما عن اجتھاد و ظن لا صلاح الدین فالمصیب منھما لہ اجران والمخطی لہ اجرا"(1)

یعنی، تمام صحابہ کرام اپنے معاملات میں تاویل کرنے والے اور ماجور ہوں گے ان شاء اللہ۔ قاتل اور مقتول کے ناری ہونے کی بات اس صورت میں ہے جب کہ قاتل کے پاس قتال کے جواز کی کوئی دلیل نہ ہو اور اگر آپس میں قتال کرنے والے دو صحابہ کرام ہوں تو ہمارا موقف یہ ہے کہ ان کا قتال اجتہاد اور دین کی اصلاح کی نیت پر مبنی تھا؛ لہٰذا جو مصیب ہوا وہ دو اجر کا مستحق ٹھہرا اور جو مخطی تھا وہ ایک اجر کا مستحق ہوا۔

جنگوں کے سبب صحابہ کرام پر طعن جائز نہیں:

نیز اسی میں ہے:

"واتفق اھل السنۃ علی وجوب منع الطعن علی احد من الصحابۃ بسبب ما وقع لھم من ذلک، ولو عرف المحق منھم، لانھم لم یقاتلوا فی تلک الحروب الا عن اجتھاد، وقد عفا اللہ تعالی عن المخطی فی الاجتھاد، بل ثبت انہ یوجر اجرا واحدا، وان المصیب یوجر اجرین"(2)

یعنی، اہلِ سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کے مابین جو کچھ واقعات رُونما ہوئے ان کے سبب کسی ایک صحابی کو بھی مطعون کرنے سے بچنا واجب ہے اگرچہ وہ مصیب کو جانتا ہو؛ کیوں کہ صحابہ کرام نے یہ جنگیں محض اجتہاد سے کی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر کیا جس سے اجتہاد میں خطا واقع ہوئی بلکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مجتہدِ مخطی کو ایک اجر ملتا ہے جب کہ مصیب کو ڈُہرا اجر دیا جاتا ہے۔

---

(1)۔۔:فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب اذا التقی المسلمان بسیفھما، حدیث 7083، تحت قولہ: ولم یرفعہ سفیان، جلد ۲۳، ص ۶۷)

(2)۔۔:(فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب اذا التقی المسلمان بسیفھما، حدیث 7083، تحت قولہ: ولم یرفعہ سفیان، جلد ۲۳، ص ۶۷)

جنگوں میں معصیّت و دنیا کا قصد نہیں تھا:

اور "عمدۃ القاری شرح بخاری" جلد اول میں ہے:

"والحق الذی علیه اهل السنة الامساک عما شجر بین الصحابة، وحسن الظن بهم، والتاویل لهم، وانهم مجتهدون متاولون لم یقصدوا معصیة ولا محض الدنیا، فمنهم المخطی فی اجتهاده ،والمصیب، وقد رفع الله الحرج عن المجتهد المخطی فی الفروع، وضعف اجر المصیب، وتوقف الطبری وغیره فی تعیین المحق منهم، وصرح به الجمهور، وقالوا ان علیا رضی الله عنه واشیاعه کانوا مصیبین اذ کان احق الناس بها، وافضل من علی وجه الدنیا حینئذ"[1]

یعنی، حق بات وہ ہے جس پر اہلِ سنت گامزن ہیں وہ یہ کہ صحابہ کرام کے مابین ہونے والے مشاجرات میں کفِ لسان کریں گے اور ان کے ساتھ حسنِ ظن رکھیں گے اور ان کے معاملات کی تاویل کریں گے اور یہ عقیدہ رکھیں گے کہ وہ مجتہد تھے اور اپنے معاملات میں تاویل سے کام لینے والے تھے۔ نیز ان کا مقصد نہ معصیّت تھا اور نہ ہی ان کے پیش نظر دنیا تھی البتہ ان میں سے بعض سے اجتہادی خطا سرزد ہوئی اور بعض مصیب تھے البتہ اللہ تعالی نے مجتہدِ مخطی سے فروعی مسائل میں واقع ہونے والی غلطی سے درگذر کیا اور مصیب کو دوہرا اجر دیا جب کہ امام طبری اور آپ کے علاوہ دیگر محققین نے صحابہ کرام میں سے مصیب کی تعیین میں توقف کیا ہے لیکن جمہور نے مصیب کی صراحت کی ہے اور فرمایا ہے کہ: مولی علی رضی اللہ عنہ اور آپ کا گروہ مصیب تھے؛ کیوں کہ تمام لوگوں میں آپ ہی خلافت کے زیادہ حقدار تھے اور اس وقت روئے زمین کے تمام لوگوں میں افضل تھے۔

نیز اسی میں ہے:

"اما اذا اجتهد وظن الصلاح فیه ، فهما ماجوران مثابان، من اصاب فله اجران ، ومن اخطا فله اجر، وما وقع بین الصحابة هو من هذا القسم ،فالحدیث

(1)۔۔:(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب وان طائفتان من المومنین، حدیث 31، تحت قوله: فالقاتل والمقتول فی النار، جلد ۱، ص ۳۳۷)

لیس عاما، ومنها ماقیل: لم منع ابو بکرۃ الاحنف منہ، ولم امتنع بنفسہ منہ۔؟
واجیب: بان ذلک ایضا اجتھادی، فکان یودی اجتھادہ الی الامتناع والمنع، فھو ایضا مثاب فی ذلک"[1]

یعنی، بہر حال جب مجتہد اجتہاد کرے اور اجتہاد سے مقصود خیر و صلاح ہو تو دونوں کو اجر ملتا ہے اور دونوں ثواب کے حقدار ہوتے ہیں، جو اجتہاد میں حق کو پہنچا اس کو دوہرا اجر ملتا ہے اور جس سے اجتہاد میں خطا سرزد ہو اس کو ایک اجر ملتا ہے اور صحابہ کرام کے مابین واقع ہونے والے امور کا تعلق بھی اسی قسم سے تھا؛لہذا حدیث پاک کا حکم عام نہیں ہے۔

ایک اعتراض:

اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو پھر سیّدنا ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ نے سیدنا احنف رضی اللہ عنہ کو جنگ میں شرکت کرنے سے کیوں روکا اور خود کیوں رُکے رہے؟

اس کا جواب:

یہ ہے کہ سیّدنا ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل خود اجتہاد پر مبنی تھا اور آپ کا اجتہاد اسی طرف مائل تھا کہ جنگ میں شرکت سے دوسروں کو بھی منع کیا جائے اور خود بھی شرکت نہ کی جائے؛لہذا اس سبب سے آپ اپنے اجتہاد میں بھی ثواب کے مستحق ٹھہرے۔

نیز "فتح الباری" میں ہے:

"وذھب جمھور اھل السنۃ الی تصویب من قاتل مع علی رضی اللہ عنہ لامتثال قولہ تعالی: ﴿وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا﴾[2] ففیھا الامر بقتال الفئۃ الباغیۃ، وقد ثبت ان من قاتل علیا کانوا البغاۃ، وھٰؤلاء مع ھذا التصویب متفقون علی انہ لا یذم واحد من ھٰؤلاء، یقولون: اجتھدوا،

---

(1)۔۔:(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب وان طائفتان من المومنین، حدیث 31، تحت قولہ: فالقاتل والمقتول فی النار، جلد ۱، ص۳۳۷)
(2)۔۔:[الحجرات الآیۃ:۰۹]

فاخطؤوا"(1)

یعنی، جمہور اہلِ سنت کا مؤقف یہ ہے کہ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کیا وہ بھی مصیب تھے؛ کیوں کہ انہوں نے بھی اللہ تعالی کے اس فرمان: اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں قتال کریں، پر عمل کیا۔ اس آیت میں باغی گروہ کے ساتھ قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کیا وہ باغی تھے اور اِس کے باوجود ائمہ کرام کا اتفاق ہے کہ ان میں سے کسی کی بھی مذمت نہیں کی جائے گی بلکہ ائمہ کرام تو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے بھی اجتہاد کیا لیکن اس اجتہاد میں خطا ہو گئی۔

حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف حضرت مولی علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے اجتہاد کی بنا پر تھا اور حضرتِ مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ چوں کہ حق پر تھے اور مجتہدِ مصیب تھے؛ اس لئے آپ دُوہرے اجر کے مستحق ہیں اور آپ کے لئے اس اجتہاد حسن میں دس نیکیاں ہیں اور حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چوں کہ خطا اجتہادی پر تھے؛ لہٰذا آپ اس خطا اجتہادی میں ایک اجر اور ایک نیکی کے مستحق ہیں، جیسا کہ حضرت مجدّد الف ثانی نے فرمایا۔

لہٰذا جو شخص یہ کہے کہ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس خطا اجتہادی میں اجر و نیکی کے مستحق نہ تھے وہ غلطی پر ہے اور اس کا قول، منکر یعنی، قابلِ انکار ہے۔ خطا اجتہادی کی صورت میں بھی چوں کہ مجتہد کو اجر و ثواب ملتا ہے؛ لہٰذا اجتہاد میں خطا کرنے والے کو گمراہ نہیں کہا جائے گا، بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جائے گا۔

مجتہد مخطی کی تضلیل و تفسیق جائز نہیں

شرح فقہ اکبر میں ہے، "**والمخطي في الاجتهاد لا يضلل، ولا يفسق على ما**

(1)۔۔:(فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی للحسن بن علی، حدیث 7109، تحت قوله: بین فتتین من المسلمین، جلد ۲۳، ص ۱۳۴، ۱۳۳)

علیہ الاعتماد"[1]

ترجمہ: جس سے اجتہاد میں خطا سرزد ہوئی اسکی تضلیل کی جائے گی نہ تفسیق، یہی بات لائق اعتماد ہے۔

امیر معاویہ فاسق نہیں تھے:

نیز اس میں ہے:

"ثم کان معاویۃ رضی اللہ عنہ مخطیا، الا انہ فعل ما فعل من تاویل فلم یصر بہ فاسقا"[2]

یعنی، سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا سرزد ہوئی اور آپ سے جو کچھ سرزد ہوا وہ تاویل سے ہی ہوا؛ لہٰذا اس سبب سے آپ کا فاسق ہونا لازم نہیں آتا۔

خلاصہ کلام:

اس بات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گمراہ تو دَرکنا فاسق بھی نہیں کہہ سکتے، بلکہ وہ جلیل القدر مجتہد صحابی ہیں رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا۔

اللہ تعالی ہم اہل سنت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں ادب سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ خطا اجتہادی کی بنا پر جو شخص کسی مجتہد پر اعتراض کرے وہ سخت غلطی پر ہے۔

---

(1)۔۔:(منح الروض الازھر شرح فقہ الاکبر، افضل الناس بعد الخلفاء الاربعۃ، تحت قولہ: ثم علی بن ابی طالب، ۱۴۳)

(2)۔۔:(منح الروض الازھر شرح فقہ الاکبر، افضل الناس بعد الخلفاء الاربعۃ، تحت قولہ: ثم علی بن ابی طالب، ص۱۴۸)

چھٹا مقدمہ

مجتہد اپنی اجتہادی خطا پر ثواب واجر کا مستحق ہے نہ کہ عتاب کا

مجتہد لائق عتاب ہے مگر۔۔۔۔!:

مجتہدِ مصیب کی دلیل جو صواب کی طرف موصل ہے اگر وہ دلیل بین وواضح ہو تو اس صورت میں مجتہدِ مخطی، قابلِ عتاب ہے کہ اس نے اجتہاد میں زیادہ کوشش نہ کی۔

"تنقیح وتوضیح" میں ہے:

"المخطی فی الاجتهاد لا یعاقب الا ان یکون طریق الصواب بینا۔"[1]

یعنی، اگر حق وصواب کی دلیل واضح ہو تو مجتہدِ مخطی کا مؤاخذہ ہوگا، ورنہ اس کا مواخذہ نہیں ہوگا۔

مجتہد پر حتی الوسع اجتہاد میں کوشش لازم ہے:

"تلویح" میں ہے:

"ولا ینسب الی الضلال بل یکون معذورا، و ماجورا، اذ لیس علیه الابذل الوسع وقد فعل، فلمب ینل الحق لخفاء دلیله، الا ان یکون الدلیل الموصل الی الصواب بینا، فاخطا المجتهد لتقصیر منه و ترک مبالغة فی الاجتهاد فانه یعاقب"(2)

یعنی، مجتہد مخطی کو گمراہ قرار نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ معذور و ماجور ہوتا ہے؛ کیوں کہ اس کا کام صرف وسعت بھر کوشش کرنا تھا جو اس نے کیا، مگر دلیل کے خفی ہونے کی وجہ سے وہ حق تک نہ پہنچ سکا، البتہ اگر صواب تک پہنچانے والی دلیل واضح ہو اور مجتہد اپنی کوتاہی اور اجتہاد میں مقدور بھر کوشش نہ کرنے کی وجہ سے خطا کرے تو ضرور اس

(1)۔۔:(تنقیح وتوضیح، باب الاجتهاد، ص ۲۶۲)

(2)۔۔:(شرح تلویح علی التوضیح، باب الاجتهاد، ص ۲۶۲)

کا مواخذہ ہو گا۔

اور اگر ایسا ہو کہ دلیل صواب ظاہر نہیں ہے بلکہ خفی ہے تو اس صورت میں مجتہدِ مخطی ہر گز قابلِ عتاب بھی نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ حضرتِ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ مسئلہ متنازعہ میں ہر طرح حق پر تھے اور آپ کے مقابل صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک اعتبار سے خطا اجتہادی واقع ہوئی، مگر وہ اس خطا اجتہادی کی وجہ سے ہر گز قابلِ عتاب نہیں؛ کیوں کہ دلیل صواب بین واضح نہ تھی، بلکہ حقیق تھی، مگر مولیٰ علی مشکل کشا شیر خدا رضی اللہ عنہ نے عقل و نقل سے اس دلیل خفی کو جان لیا۔

مولیٰ علی کے پاس علم مخفی تھا:

"شرح فقہ اکبر" میں ہے:

"فظاهر الدلائل يوجب القصاص على قتل العمد واستيصال شافة من قصدم امام المسلمين بالاراقة على وجه الفساد، فاما الوقوف على الحاق التاويل الفاسد بالصحيح في حق ابطال المؤاخذة، فهو علم خفي فاز به علي رضي الله تعالى عنه، كما ورد عن النبي عليه الصلاة والسلام انه قال له: [انك تقاتل على التاويل كما تقاتل على التنزيل] ثم كان قتاله على التنزيل حقا، فكذا قتاله على التاويل حقا"[1]

یعنی، دلائل ظاہرہ سے واضح ہوتا ہے کہ قتل عمد پر قصاص لینا اور جن لوگوں نے امام المسلمین کا خون بوجہِ فساد بہایا ان کی سرکوبی کرنا واجب ہے اور جہاں تک عدمِ مواخذہ کے معاملے میں تاویل فاسد کو تاویل صحیح سے ملانے پر باخبر ہونے کی بات ہے تو یہ ایسا خفی علم ہے جو حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو ملا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی سے ارشاد فرمایا: بے شک تم تاویل پر قتال کرو گے جیسا کہ تم تنزیل پر قتال کرتے ہو، پھر جس طرح سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا

---

(1)۔۔:(منح الروض الازهر شرح فقه الاكبر، افضل الناس بعد الخلفاء الاربعة، تحت قوله: ثم علي بن ابي طالب، ص ۱۴۸)

تنزیل پر قتال کرنا آپ کے حق پر ہونے کی علامت تھا تو اسی طرح تاویل پر قتال کرنا بھی آپ کے حق پر ہونے کی علامت تھا۔

صحابہ کرام پر معاملات مشتبہ ہوگئے:

"نووی شرح مسلم" میں ہے:

"واعلم ان سبب تلک الحروب ان القضایا کانت مشتبھة، فلشدة اشتباھھا، اختلف اجتھادھم، وصاروا ثلثة اقسام۔۔۔ فکلھم معذورون رضی اللہ تعالیٰ عنھم" (ملتقطا) (1)

یعنی، جان لو کہ ان تمام جنگوں کا سبب یہ تھا کہ معاملات مشتبہ ہوگئے تھے اور معاملات کے شدید اشتباہ کے سبب صحابہ کرام کے اجتہاد میں اختلاف واقع ہوگیا اور صحابہ کرام تین حصوں میں منقسم ہوگئے۔۔۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اپنے معاملات میں معذور تھے۔

خلاصہ کلام:

اس مقدمہ سے واضح ہوگیا کہ حضرتِ مولیٰ علی شیر خدا اور حضرتِ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما، بلکہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مسائلِ اجتہادیہ میں اختلاف تھا وہ سب کے سب عادل ہیں اور اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔ اجتہادی مسائل کی وجہ سے ان کی عدالت میں ہرگز کوئی فرق نہیں آتا، بلکہ جن سے خطا اجتہادی واقع ہو وہ اجر و ثواب کے مستحق ہیں نہ کہ عتاب کے۔

---

(1)۔۔: (المنھاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج، المعروف شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابة، جلد ۱۰، ص ۲۲۵٦)

ساتواں مقدمہ

جمہور اہل سنت کا اجتہادی غلطی پر اجر و ثواب پر اتفاق

اختلاف کے وقت صحابہ کے تین گروہ تھے:

حضرتِ علی شیر خدا اور حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں اختلاف کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تین جماعتیں تھیں۔

ایک جماعت حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی۔

دوسری جماعت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی۔

تیسری جماعت دونوں جماعتوں سے علیحدہ تھی۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تینوں جماعتوں میں مجتہدین تھے۔

پہلی جماعت کے مجتہد صحابہ کی رائے:

پہلی جماعت کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد تھا کہ ہم حق پر ہیں اور ہمارے مقابل خر ۔

دوسری جماعت کے مجتہد صحابہ کی رائے:

اور دوسری جماعت کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد تھا کہ ہم حق پر ہیں اور ہمارے مقابل خطا پر۔

تیسری جماعت کے مجتہد صحابہ کی رائے:

اور تیسری جماعت کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے توقف کیا؛ کیوں کہ ان کے اجتہاد نے اس مسئلہ میں دونوں جماعتوں میں سے کسی جماعت کے حق پر ہونے کا اس وقت فیصلہ نہیں کیا۔ ان کے نزدیک یہ امر نہایت مشکل تھا؛ لہٰذا تیسری جماعت دونوں جماعتوں سے علیحدہ رہی اور اس جماعت نے فرمایا کہ قتال کے معاملہ میں دونوں جماعتوں میں سے علیحدہ رہنا واجب ہے۔

تینوں جماعتوں میں سے مولیٰ علی حق پر تھے:

اور حقیقت یہ کہ مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت حق پر تھے، باقی دونوں جماعتوں نے وہ کیا جس کے وہ مکلف تھے۔ خدا عزّوجل کی شانِ رحیمی دیکھو کہ اس کے پیارے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ تینوں جماعتیں آپس میں اجتہاد کی وجہ سے مخالف ہیں، مگر تینوں اجر و ثواب کی مستحق ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ تینوں جماعتیں بلاشبہ جنتی ہیں۔ اور تینوں ہدایت و عدالت پر ہیں۔

اہل حق کا تینوں جماعتوں کے حق ہونے پر اجماع:

"نووی شرح مسلم" میں ہے:

"واعلم ان سبب تلک الحروب ان القضایا کانت مشتبھة فلشدة اشتباھھا اختلف اجتھادھم، وصاروا ثلثة اقسام: قسم ظھر لھم بالاجتھاد ان الحق فی ھذا الطرف، وان مخالفة باغ، فوجب علیھم نصرته و قتال الباغی علیه فیما اعتقدوه، ففعلوا ذلک، ولم یکن یحل لمن ھذه صفته التاخر عن مساعدة امام العدل فی قتال البغاة فی اعتقاده، و قسم عکس ھولاء ظھر لھم بالاجتھاد ان الحق فی الطرف الآخر، فوجب علیھم مساعدته، وقتال الباغی علیه، و قسم ثالث اشتبھت علیھم القضیة، وتحیروا فیھا، ولم یظھر لھم ترجیح احد الطرفین، فاعتزلوا الفریقین، وکان ھذا الاعتزال ھو الواجب فی حقھم، لانه لایحل الاقدام علی قتال مسلم، حتی یظھر انه مستحق لذلک، ولو ظھر لھولاء رجحان احد الطرفین، وان الحق معه، لما جاز لھم التاخر عن نصرته فی قتال البغاة علیه، فکلھم معذورون، رضی اللہ عنھم؛ ولھذا اتفق اھل الحق ومن یعتدبه فی الاجماع علی قبول شھادتھم و روایاتھم و کمال عدالتھم رضی اللہ عنھم اجمعین"(1)

یعنی، جان لو کہ ان تمام جنگوں کا سبب یہ تھا کہ معاملات مشتبہ ہو گئے تھے اور معاملات کے شدید اشتباہ کے سبب صحابہ کرام کے اجتہاد میں اختلاف واقع ہو گیا اور

---

(1)۔۔:(المنهاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج، المعروف شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابة، جلد ۱۰، ص ۶۲۵۶)

صحابہ کرام تین حصوں میں منقسم ہوگئے۔ پہلی قسم ان صحابہ کی ہے جن پر اجتہاد کے ذریعے یہ ظاہر ہوا کہ حق انہی کی طرف ہے اور ان کا مخالف گروہ باغی ہے تو اس قسم کے صحابہ کرام کے اعتقاد کے مطابق اس گروہ کی مدد کرنا اور باغی کے خلاف قتال کرنا واجب ٹھہرا۔ سو انہوں نے ایسا ہی کی؛ لہٰذا اس صفت کے حامل کسی ایک شخص کے لئے بھی امام عادل کے اعتقاد کے مطابق باغیوں کے ساتھ قتال کرنے میں مدد کرنے میں تاخیر کرنا حلال نہیں تھا۔ دوسری قسم پہلی جماعتِ صحابہ کے برعکس تھی۔ ان پر اجتہاد سے یہ ظاہر ہوا کہ حق انہی کی طرف ہے؛ لہٰذا ان پر امام عادل کی مدد کرنا اور باغی گروہ کے ساتھ قتال کرنا واجب تھا۔ تیسری قسم ان صحابہ کرام کی ہے جن پر معاملات مشتبہ ہوگئے تھے اور وہ ان میں حیران و پریشان تھے اور ان پر یہ ظاہر نہیں ہو پا رہا تھا کہ دونوں میں سے کس گروہ کو ترجیح دی جائے نتیجۃً انہوں نے دونوں فریق سے علیحدگی اختیار کرلی، اور ان کا یہ علیحدگی اختیار کرنا ان کے حق میں واجب تھا؛ کیوں کہ کسی مسلمان کے قتال پر اُس وقت تک اقدام کرنا حلال نہیں جب تک کہ یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ وہ اس کا مستحق ہے اور اگر بالفرض ان صحابہ کرام پر کسی ایک فریق کا معاملہ ترجیح پا جاتا اور ان پر ظاہر ہو جاتا کہ حق اسی گروہ کے ساتھ ہے تو ان کا باغیوں کے خلاف امام عادل کی مدد سے بیٹھ رہنا ہرگز جائز نہ ہوتا؛ لہٰذا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے معاملات میں معذور تھے؛ اسی وجہ سے اہلِ حق اور جن علماء کا اجماع معتبر ہے ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرام کی گواہی، ان کی مرویات اور ان کی کامل عدالت کو قبول کیا جائے گا، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ایک حدیث اور اس کی تشریح:

بخاری شریف میں حدیث مرفوع ہے:

اذا تواجہ المسلمان بسیفھما فکلاھما من اھل النار] قیل: ھذا القاتل، فما بال المقتول۔؟ قال: انہ قد اراد قتل صاحبہ۔ (1)

---

(1)۔۔۔: صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب اذا التقی المسلمان بسیفھما، حدیث ۷۰۸۳، ج ۴، ص ۴۳۲۔

یعنی، جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ آمنے سامنے آجائیں تو دونوں جہنمی ہیں، عرض کیا گیا یہ تو قاتل تھا، مقتول کا کیا قصور ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مقتول بھی اپنے مقابل فریق کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا تھا۔

اس کے حاشیہ پر "کواکب الداری شرح بخاری" سے منقول ہے:

"فان قلت: علی و معاویة کلاهما کان مجتهدا، غایة ما فی الباب ان معاویة کان مخطاء فی اجتهاده فله اجر واحد و قد کان لعلی اجران، قلت: المراد بما فی الحدیث المتواجهان بلا دلیل من الاجتهاد و نحوه"[1]

یعنی، اگر تم یہ سوال کرو کہ سیّدنا علی و معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں مجتہد تھے اور اس معاملے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سیّدنا معاویہ اپنے اجتہاد میں خطا پر تھے اور آپ کو ایک اجر ملا جب کہ سیّدنا علی کو دو اجر ملے۔

جواباً میں یہ کہتا ہوں کہ حدیث پاک میں وہ لوگ مراد ہیں جو اجتہاد یا اس جیسی کسی دوسری دلیل کے بغیر آپس میں جنگ کریں۔

صحابہ کرام کی جماعتیں حدیث کی وعید میں شامل نہیں:

نیز اسی میں ہے:

"ثم ان الدماء التی جرت بین الصحابة رضی اللہ عنہم لیست بداخلة فی هذا الوعید اذ کانوا مجتهدین فیها و کان اعتقاد کل طائفة انه علی الحق و خصمه علی خلافه، و وجب علیه قتاله لیرجع الی امر اللہ تعالی، لکن علیا رضی اللہ عنه کان مصیباً فی اجتهاده و خصومه کانوا علی الخطاء، و مع ذلک کانوا ماجورین فیه اجرا واحدا رضی اللہ عن الصحابة اجمعین، واما من امتنع او منع فذلک لان اجتهاده لم یؤد الی ظهور الحق عنده، و کان الامر مشکلا عنده، فرای التوقف فیه

(1)۔۔:الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب اذا التقی المسلمان بسیفهما، تحت قوله: فکلاهما من اهل النار، ج ۲۴، ص ۱۵۹۔

خیراً۔(1)

فالقاتل و المقتول فی النار اذا کان القاتل منهما بغیر تاویل سائغ اما اذا کان صحابیین فامرهما عن اجتهاد و ظن لاصلاح الدین فالمصیب منهما له اجران وللمخطی اجر"(2)

یعنی، وہ خون ریزی جو صحابہ کرام کے مابین واقع ہوئی وہ مذکورہ حدیث کی وعید میں داخل نہیں ہے؛ کیوں کہ صحابہ کرام اس میں مجتہد تھے اور ہر گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ وہی حق پر ہے اور اس کا مقابل باطل پر ہے اور اس پر واجب ہے کہ اپنے مقابل کے ساتھ قتال کرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، لیکن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد میں مصیب تھے اور آپ کے مقابل خطا پر تھے اس کے باوجود وہ ایک اجر کے مستحق تھے۔ رضی اللہ عنھم اجمعین۔ جہاں تک ان صحابہ کرام کا معاملہ ہے جو کسی بھی گروہ کی نصرت سے خود بھی رُکے رہے یا دیگر کو بھی ان جنگوں میں شرکت کرنے سے منع کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے اجتہاد کے ذریعے ان کے سامنے حق ظاہر نہیں ہوا تھا اور ان کے نزدیک معاملہ مشکل ہو گیا تھا؛ لہٰذا انہوں نے ان معاملات میں توقف کرنا ہی مناسب سمجھا۔

لہٰذا قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے جب کہ ان میں سے قاتل کے پاس کوئی جائز دلیل موجود نہ ہو۔ جہاں تک جنگ کرنے والے دو صحابہ کرام کا معاملہ ہے تو ان کا معاملہ اجتہاد اور دینی اصلاح کے گمان پر مبنی تھا؛ لہٰذا ان میں سے مصیب دو اجر کا مستحق ہوا اور مخطی ایک اجر کا مستحق ہوا۔

خلاصہ کلام:

اس مقدمہ سے ظاہر ہے کہ واقعہ جمل و صفین میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی

---

(1)۔۔:الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب اذا التقی المسلمان بسیفهما، تحت قوله: فکلاهما من اهل النار، ج ۲۴، ص ۱۵۹۔

(2)۔۔:ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب[وان طائفتان من المومنین اقتتلوا] حدیث 31، تحت قوله: فالقاتل والمقتول فی النار، ص ۱۶۹)

جو تین جماعتیں تھیں وہ تینوں جماعتیں اپنے اپنے اجتہادات کی بناء پر مستحق اجر و ثواب تھیں۔ یہ ہی مسلک حق ہے اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے۔

آٹھواں مقدمہ

دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو امیر معاویہ کے اجتہاد پر کامل یقین تھا

مجتہد جب دلیل میں نظر و فکر کرتا ہے اور اس کو اس نظر و فکر سے جس حکم شرعی کا گمان غالب حاصل ہوتا ہے تو مجتہد کے ذمے اس حکم پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے؛ اس لئے کہ اس کے نزدیک وہی شرعی حکم ہے اسی وجہ سے ایک مجتہد کو حکم اجتہادی میں دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔

حصولِ ظن سے عمل واجب ہو جاتا ہے:

فاضل سیالکوٹی "حاشیہ خیالی" میں فرماتے ہیں:

"وذلک لان المجتهد اذا نظر فی دلیل ظنی و حصل له ظن بحکم یجب له العمل بذلک قطعاً"

یعنی، اور یہ حکم اس لئے ہے کہ مجتہد جب دلیلِ ظنی میں غور کرتا ہے تو اسے ظن ہی حاصل ہوتا ہے جس سے وہ حکم لگاتا ہے؛ لہٰذا مجتہد کے لئے اس ظن کے سبب حاصل ہونے والے حکم پر قطعی طور پر عمل کرنا واجب ہے۔

اسی میں ہے:

"اما الاولی فلانعقاد الاجماع علی ان الحکم المظنون الذی ردی الیه رای المجتهد یجب العمل علیه قطعاً و کثرت الاخبار فی ذلک حتی صارت متواترة المعنی"

یعنی، جہاں تک پہلے مسئلہ کا تعلق ہے تو اس بات پر اجماع ہے کہ وہ ظنی حکم جس پر مجتہد کی رائے مرتکز ہو چکی ہے، مجتہد کے لئے اس حکم ظنی پر عمل کرنا قطعی طور پر

واجب ہے، اس پر بے شمار احادیث دلالت کرتی ہیں جو متواتر المعنی ہیں۔

مجتہد صواب ہی کا مکلف نہیں:

تلویح میں ہے:

"انا لا نسلم ان المجتهد مکلف باصابة الحق بل هو مکلف بالاجتهاد ضرورةً انه لا یجوز التقلید والاجتهاد حق نظرا الی رعایة شرائطه بقدر الوسع سواء ادی الی ما هو حق عند الله تعالی او خطاء والتکلیف به یفید الاجر و وجوب العمل بموجبه فلا یلزم العبث۔"[1]

یعنی، ہمارے نزدیک مجتہد کا حق کو پالینا مسلمہ امر نہیں، بلکہ وہ صرف اجتہاد کرنے کا مکلف ہے اور یہ حکم اس لئے ہے کہ مجتہد کے لئے تقلید جائز نہیں ہے اور وسعت پر قادر ہونے کی حالت میں شرائط اجتہاد کی رعایت کو مد نظر رکھتے ہوئے اجتہاد کرنا حق ہے، پھر برابر ہے کہ عند اللہ جو بات حق ہے اس تک مجتہد کی رسائی ہو یا اس میں خطا واقع ہو جائے اور جہاں تک مجتہد کو اجتہاد کا مکلف بنانے کی بات ہے تو اس کا فائدہ یہ ہے کہ مجتہد اجر کا مستحق ہوتا ہے اور اس کے موجب پر عمل کے واجب ہونے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے لہذا اجتہاد کرنا کوئی عبث ولایعنی عمل نہیں ہے۔

مجتہد پر اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرنا لازم ہے:

نیز اسی میں ہے:

"انه یجب علی المجتهد العمل باجتهاده و یحرم تقلید غیره"[2]

یعنی، مجتہد کے لئے اپنے اجتہاد پر عمل کرنا واجب، اور غیر کی تقلید کرنا حرام ہے۔

فاروق اعظم کا اجتہاد صدیق اکبر کے اجتہاد کے موافق ہو گیا:

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں فرمایا:

---

(1)۔۔:شرح التلویح علی التوضیح، باب الاجتهاد، القسم الثانی، تحت قوله التکلیف، ص ۲۶۰۔

(2)۔۔:ایضاً۔

"واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ الخ"

یعنی، اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کروں گا جو زکاۃ اور نماز میں فرق کرتے ہیں۔

تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"فعرفت انہ الحق"(1)

یعنی، میں نے جان لیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحیح استدلال سے قتال کے متعلق جو رائے قائم کی ہے وہ حق ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تقلید کی ہے؛ کیوں کہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی مجتہد ہیں، ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی شرعاً تقلید نہیں کرتا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اجتہاد اس بارے میں حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے موافق ہوا، اجتہاد میں موافقت اور چیز ہے اور مجتہد کے اجتہاد کی تقلید کرنا اور چیز ہے۔

"ارشاد الساری شرح بخاری" میں ہے:

"بما ظھر من الدلیل الذی اقامہ الصدیق نصاً و اقامۃ الحجۃ لا انہ قلدہ فی ذلک لان المجتھد لا یقلد مجتھدا"(2)

یعنی، وہ دلیل جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بطورِ نص قائم کی اس سے جو ظاہر ہوا (اس سے میں نے جان لیا کہ ان کا موقف حق ہے) یعنی، ایسا نہیں ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تقلید کی تھی؛ کیوں کہ ایک مجتہد، دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا۔

---

(1)۔۔۔:صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ، حدیث ۱۴۰۰، ج ۱، ص ۴۷۳

(2)۔۔۔:ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، تحت قولہ: فعرفت انہ الحق، حدیث ۱۴۰۰، ج ۳، ص ۵۱۲۔

نیز "ارشاد الساری" میں دوسری جگہ فرمایا:

"(فعرفت) من صحة احتجاجه (انه الحق) لاانه قلده فی ذلک لان المجتهد لا یقلد مجتهدا"(1)

یعنی، میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحت دلیل سے جان لیا کہ ان کا مؤقف حق ہے۔ یعنی، ایسا نہیں ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس معاملے میں تقلید کی تھی؛ کیوں کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا۔

مجتہد کی تقلید صرف اسکے مقلد پر لازم ہے:

پھر مجتہد کی تقلید سب مسلمانوں پر لازم نہیں ہے، بلکہ جو اس مجتہد کا مقلد ہے اس پر اس مجتہد کی پیروی لازم ہے۔

"شرح مواقف" میں ہے:

"ویخرج المجتھد اذ لا یجب اتباعه علی الامة کافة بل علی من قلده خاصة"(2)

یعنی، اس حکم (یعنی تقلید کرنے کے حکم) سے مجتہد خارج ہو جائے گا؛ کیونکہ پوری امت پر مجتہد کی اتباع کرنا لازم و ضروری نہیں ہے بلکہ صرف اس کے اپنے مقلدین پر اسکی اتباع کرنا لازم ہے۔

خلاصہ کلام:

اس سے ظاہر ہو گیا کہ اگر ایک مجتہد کو اپنی خطا اجتہادی کا علم ہو جائے تو ضروری ہے کہ وہ اپنی خطا سے رجوع کرے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا مجتہد کہ جس کے اجتہاد کا ساتھ اس کا اجتہاد موافق تھا وہ اپنے اجتہاد سے رجوع کرے؛ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے مجتہد کے نزدیک اجتہاد سابق ہی صحیح ہے اور اس پر طریق صواب

---

(1)۔۔:ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین، باب قتل من ابی قبول الفرائض، تحت قوله: فعرفت انه الحق، حدیث ۶۹۲۵، ج ۱۴، ص ۳۴۵۔

(2)۔۔:(الآیۃ سورہ حدید پارہ ۲۷)

ظاہر نہیں ہوا۔ مجتہد اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کا مکلف ہے، نہ کہ دوسرے مجتہد کی تقلید کا اور نہ دوسرے مجتہد کے اجتہاد سے رجوع کا۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتہاد پہلے حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد کے موافق تھا؛ لہٰذا اس وقت وہ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے پر مکلف تھے اور بعد میں جب کسی دلیل شرعی سے ان کے اجتہاد سابق میں تبدیلی ہوئی تو انہوں نے اپنے اجتہاد سابق سے رجوع کیا اور دوسرے حکم شرعی پر عمل کیا اور ان پر یہی لازم تھا۔

امیر معاویہ کے عدم رجوع پر اعتراض کرنا قلّتِ تدبر ہے:

حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اجتہاد سابق پر اس وقت تک قائم رہے جب تک کہ ان کے نزدیک کوئی دلیل ان کے اجتہاد کے خلاف ثابت نہ ہوئی۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر، حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہم کے رجوع سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے رجوع پر مطلقاً انکار کرنا قلت تدبیر پر مبنی ہے۔ ہاں! مجتہد کے رجوع سے اس کا مقلد رجوع کرے گا، مگر مجتہد کے رجوع سے دوسرے مجتہد کا رجوع لازم نہیں۔ **هذا ينبغي ان يفهم المقام۔**

نواں مقدمہ

مسلمانوں کو صحابہ کے شرعی اجتہاد سے انکار کا کوئی حق نہیں

صحابہ کرام کے شرعی اجتہاد پر اعتراض کرنا ممنوع ہے:

ایک مجتہد اگر دوسرے مجتہد کی خطا اجتہادی بیان کرے تو مقلد کو مجتہدِ مخطی پر انکار کرنے کا کوئی حق نہیں ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعض اجتہادی فرعی مسائل میں ایک دوسرے کی خطا بیان کرتے، مگر ہم اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک بلا استثناء تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں، ہدایت کے ستارے ہیں۔ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ان کے اجتہاد شرعی پر انکار کریں۔

اسی طرح ائمہ مجتہدین کا آپس میں بعض مسائلِ فرعیہ میں اختلاف ہے: ایک امام کے مقلد کو دوسرے امام پر خطا اجتہادی کی وجہ سے انکار کرنے کا حق نہیں حنفی، امام شافعی پر انکار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح کوئی شافعی، امام اعظم پر انکار نہیں کر سکتا، بلکہ چاروں اماموں مجتہدوں میں سے ایک امام کا مقلد دیگر ائمہ پر انکار کا حق نہیں رکھتا۔

بعض صحابہ نے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر انکار فرمایا تو وہ اس وجہ سے تھا کہ وہ اجتہاد و انکار کرنے والے صحابی کے گمان میں طریقِ بین و دلیلِ واضح کے خلاف تھا، اگرچہ جن کے اجتہاد پر انکار کیا ہے ان کے نزدیک دلیلِ بین کے خلاف نہ ہو تو وہ انکار تاویل پر مبنی تھا۔

جنگوں کو بہتر محامل پر محمول کیا جائے:

"شرح عقائد" میں ہے:

"وما وقع بينهم من المنازعات والمحاربات فله محامل و تاويلات"(1)

یعنی، جو جھگڑے اور جنگیں صحابہ کرام کے مابین ہوئیں ان کو بہتر تاویلات و

---

(1)۔۔۔:شرح عقائد النسفیہ مع النبراس، باب خلافۃ خلفاء الراشدین، نکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر، ص ۵۲۸۔

محامل پر محمول کریں گے۔

سلف کے باہمی انکار کو طعن کی دلیل بنانا درست نہیں:

"تلویح" میں ہے:

"وما نقل من طعن السلف بعضهم على بعض فی مسائلهم الاجتهادية كان مبنيا على ان طريق الصواب بين فی زعم الطاعن "(1)

یعنی، بعض اسلاف کا جو ایک دوسرے پر مسائلِ اجتہادیہ میں طعن کرنا منقول ہے تو وہ اس بناء پر تھا کہ طاعن کی نظر میں حق واضح تھا۔ (اس وجہ سے انہوں نے اپنے مدِ مقابل پر طعن کیا)

تو سلف کے ایک دوسرے پر بعض مسائل میں انکار کرنے کو اپنے لئے طعن کی سند بنانا، جمہور اہلِ سنت کے مسلک سے ناواقفیت کی بناء پر ہے۔ ہم پر تو لازم ہے کہ ہم تمام صحابہ کرام کے متعلق حسنِ عقیدت رکھیں اور ان پر کسی مسئلہ اختلافی میں ہرگز طعن و انکار نہ کریں، بلکہ ان کا ذکرِ پاک خیر ہی کے ساتھ کریں، جیسا کہ کتبِ عقائد و شروح احادیث میں مذکور ہے۔

ابوذر غفاری کی طرف جاہلیت کی نسبت ممنوع ہے:

دیکھئے! نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاری صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "انک امرء فيك جاهلية" (2)

یعنی، تجھ میں ابھی کچھ زمانہ جاہلیت کا اثر باقی ہے۔

مگر اس سے ہم کو ہرگز حق نہیں پہنچتا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے متعلق اس لفظ کی نسبت کریں۔

انسان سے بعض افعال ایسے صادر ہوتے ہیں کہ جو حقیقت میں معصیت و منکر ہوتے اور بعض افعال ایسے صادر ہوتے ہیں کہ جو حقیقت میں معصیت و منکر نہیں

---

(1)۔۔۔:شرح تلویح، باب الاجتہاد، تحت قوله المخطی فی الاجتہاد لا یعاقب، ص ۲۶۲۔

(2)۔۔۔:صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاہلیة الخ، حدیث ۳۰، ج ۱، ص ۲۳۔

ہوتے، مگر بظاہر معصیت و منکر کی صورت میں ہوئے ہیں؛ لہٰذا ایسے افعال کو کبھی معصیت و منکر کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے حالاں کہ حقیقۃً وہ افعال نہ معصیت ہوتے ہیں نہ منکر، جیسا کہ روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو اس کا یہ فعل معصیت و منکر ہے حالاں کہ دونوں حالتوں کے فعل کی صورت ایک ہے، مگر قصد اور عدم قصد کی وجہ سے معصیت ہونے اور معصیت نہ ہونے کا نتیجہ مرتّب ہوا۔

حضرتِ آدم علیہ السّلام کو عاصی کہنا کفر ہے:

حضرت سیّدنا خلیفۃ اللہ، ابو البشر، آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بھول کر شجرہ ممنوعہ سے کھایا اور قرآن پاک میں فرمایا:

"وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى" (1)

حالاں کہ یہ حقیقۃً معصیت نہیں ہے، صورت معصیت کی ہے؛ اس لئے سیّدنا آدم علیہ السّلام کو عاصی وغاوی کہنا شرعاً جائز نہیں بلکہ کفر ہے۔

حضرتِ خضر علیہ السّلام کا بچے کو قتل کرنا:

حضرتِ سیّدنا خضر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے حکمِ خداوندی سے نابالغ بچے کو قتل کر دیا تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے حضرتِ خضر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اس فعل کو منکر فرمایا۔ حالاں کہ حضرتِ خضر علیہ السّلام کا وہ فعل حکم خداوندی کے عین موافق تھا، مگر چوں کہ فعل بظاہر فعلِ منکر کی صورت میں تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو منکر فرمایا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے وہ کیا جس کے وہ مامور و مکلف تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے وہ فرمایا جس کے وہ مکلف تھے۔ یہ یقینی بات ہے کہ حضرت خضر علیہ السّلام ہدایت پر تھے کہ وہ رسول معصوم ہیں۔

خلاصہ کلام:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و مجتہدینِ عظام بلا شبہ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے نائب ہیں؛ لہٰذا ان حضرات کے درمیان جو فرعی مسائل میں اختلاف ہے تو اس صورت میں بعض صحابہ، بعض کا تخطیہ کریں ایک دوسرے کے اجتہاد کو منکر فرمائیں تو اس کے

(1)۔۔:(پارہ ۱۶، سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۲۱)

یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ اجتہاد من کل الوجوہ منکر ہے، بلکہ ایک مجتہد کے اعتبار سے منکر ہے اور دوسرے مجتہد کے اعتبار سے منکر نہیں اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ صورۃً منکر ہے۔

جیسا کہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"وان صدر من بعضهم بعض مافي صورة شر الخ"(1)

یعنی، اگرچہ بعض صحابہ کرام سے بعض ایسے امور سرزد ہوئے جو ظاہری صورت میں شر تھے۔۔۔ الخ

سیّدنا امیر معاویہ اجر کے مستحق ہیں:

مجتہد نفس الامر کا مکلف ہی نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جس کا اجتہاد صحیح ہے وہ زیادہ مستحق اجر ہے اور جس کا اجتہاد خطا ہے وہ تھوڑا اجر کا مستحق ہے، مگر نفس اجر دونوں کے ہے، ہدایت سے کوئی بھی خالی نہیں؛ اسی لئے شراح حدیث نے تصریحات فرمائی ہیں کہ حضرتِ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطا اجتہادی کے باوجود اجر کے مستحق تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے مابین جو بعض مسائلِ فرعیہ میں اختلاف ہوا ہے تو اس اختلاف کو امر محمود پر محمول کیا جائے گا اور اس کی ایسی تاویل کرنا ضروری ہے کہ جس سے ان کی طرف عیب کی نسبت نہ ہو، بلکہ خوبی اور کمال ثابت ہو؛ اس لئے کہ صحابہ کرام نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے انوار صحبت سے فیض یاب ہیں؛ لہٰذا وہ اس کے لائق ہیں کہ ان کے اختلاف وافعال کو امورِ حسنہ محمودہ پر محمول کیا جائے۔

"شفا شریف" اور اس کی "شرح نسیم الریاض" میں ہے:

"اذ هم اهل ـــ مستحقون بان يحمل ما صدر منهم على امور حسنة

---

(1)۔۔:منح الروض الازهر شرح فقه الاكبر،افضل الناس بعد الخفاء الاربعة،تحت قوله:لانذكر الصحابة الابخير،ص ۱۵۴۔

محمودة، الخ"[1]

یعنی، کیوں کہ وہ اسی بات کے مستحق ہیں یعنی، ان سے جو کچھ صادر ہو اوہ اس بات کے مستحق ہیں کہ اس کو محض نیک نیتی اور اچھے محمل پر محمول کیا جائے۔

(1)۔۔:(نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ،القسم الثانی فیمایجب علی الانام من حقوقه،الباب الثالث فی تعظیم امره،تحت قوله:لایذکر احد منهم بسوء،جلد ۴،ص ۵۱۴)

دسواں مقدمہ

خلافت راشدہ پر سب کا اتفاق

خلافت راشدہ ترتیب معہود کے مطابق ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ کے رحلت فرمانے کے بعد حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، ان کے بعد حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، ان کے بعد حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، ان کے بعد سیّدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ ان حضرات کی خلافت اس ترتیب سے خلافت راشدہ ہے رضی اللہ عنہم۔

خلیفہ قریش ہی سے ہو گا:

اس قسم کی حدیثیں کہ جن سے اشارۃً حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہو کثرت سے ہیں، مگر خلافت پر صریح نص بیان نہ فرمائی۔ جب صحابہ کرام انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا تو حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قریش کے فضائل بیان فرمائے اور صحابہ انصار کے مناقب کا بھی اقرار کیا اور حدیث شریف سے ثابت فرمایا کہ خلافت قریش کا حق ہے: لہٰذا خلیفہ قریشی ہو گا۔

سیّدنا ابو بکر کی موجودگی میں کسی نے خلیفہ بننے کی جرات نہ کی:

صحابہ کرام مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقریر پُر تنویر سے متاثر ہوئے۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: میں تمہارے لئے ان دونوں میں سے یعنی، حضرت عمر فاروق اعظم و حضرت امینِ امت، ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما میں سے ایک کو خلافت کے لئے پسند کرتا ہوں تو ان میں سے جس ایک کو چاہو بیعت کر لو۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بہت وقار تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے سے افضل و اعلم برتر و بالا جانتے تھے؛ لہٰذا حضرت صدیق اکبر کی موجودگی میں کسی دوسرے صحابی کو خلیفہ ہونے کی جرات نہ ہوئی۔

سیّدنا ابو بکر کے ہاتھ پر تمام اصحاب نے بیعت کی:

حضرتِ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیارے ہاتھ پر بیعت خلافت کی، پھر مہاجرین و انصار نے بیعت کی اور حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع و اتفاق ہو گیا۔

سیّدنا ابو بکر نے اپنی حیات میں خلیفہ کا انتخاب کیا:

اور جب حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی حیات ظاہری میں خلیفہ منتخب فرمایا اور مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سے اس انتخاب کے متعلق فی الجملہ مشورہ بھی کیا اور رحلت فرمانے سے کچھ پہلے حضور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حضرتِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق اپنا عہد نامہ لکھوایا اور اس صحیفہ پر مہر فرمائی اور حکم دیا کہ اس صحیفہ میں جس کا نام خلافت کے لئے منتخب کر لیا ہے اس سے بیعت کریں۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بھی اجماع و اتفاق ہو گیا۔

سیّدنا فاروق اعظم نے امر خلافت شوریٰ پر چھوڑا:

جب حضرتِ فاروق اعظم کے رحلت فرمانے کا وقت قریب آیا تو حضرتِ سیّدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ سے عرض کی کہ آپ خلیفہ کا انتخاب فرمائیں تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں خلیفہ کا انتخاب کر دوں تو سنت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہے اور اگر میں خلیفہ کا انتخاب نہ کروں تو یہ بھی جائز ہے اور سنت رسول پاک ﷺ ہے؛ لہٰذا آپ نے خلافت کے مسئلہ کو عشرہ مبشرہ میں سے چھ صحابہ حضرتِ عثمان غنی، حضرتِ مولیٰ علی شیر خدا، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کے درمیان شوریٰ چھوڑ دیا، یعنی، ان چھ صحابہ میں سے جس صحابی کو یہ خلیفہ منتخب کر لیں تو وہ میرے نزدیک بھی خلیفہ ہے۔

سیّدنا عثمان کی خلافت پر اجماع و اتفاق:

تو ان چھ صحابہ میں سے پانچ نے بالآخر حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو خلافت کا معاملہ سپرد کر دیا کہ جس کو وہ خلیفہ بنائیں وہ خلیفہ ہو گا تو حضرت سیدنا عبد

الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کرلیا، پھر سب نے حضرت عثمان غنی کے پیارے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کی خلافت پر اجماع واتفاق کیا۔

سیّدنا علی کی بحیثیت خلیفہ تقرری:

جب حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو آپ نے مسئلہ خلافت کے متعلق کوئی فیصلہ نہ فرمایا۔ بعض اکابر مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ اب سب سے افضل و اعلیٰ اور خلافت کے لئے موزوں مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ہیں؛ لہٰذا اکابر مہاجرین و انصار نے حضرتِ مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے بیعت خلافت کی۔ حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ وقت خلافت موجودہ صحابہ میں سے افضل واعلیٰ ہونے سے حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی انکار نہ تھا اور نہ مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے ان کا احق بالخلافت ہونے کا کوئی نزاع تھا۔

سیّدنا معاویہ نے امر خلافت میں نزاع نہیں کیا:

"فتح الباری شرح بخاری" میں ہے:

"عن مسلم الخولانی انه قال لمعاوية: انت تنازع عليا فی الخلافة، او انت مثله؟ قال: لا، وانی لا علم انه افضل منی و احق بالامر، و لكن الستم تعلمون ان عثمان قتل مظلوماً، وانا ابن عمه و وليه اطلب بدمه"(1)

یعنی، مسلم خولانی سے ہے انہوں نے حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ان کی مثل ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں اور میں بے شک جانتا ہوں کہ حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کے زیادہ حق دار ہیں اور لیکن تم جانتے ہو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوماً قتل کر دئے گئے اور میں ان کے چچا کا لڑکا ہوں اور ان کا ولی ہوں اور ان کے خون کا مطالبہ کرتا ہوں۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

تمت بالخیر

---

(1)۔۔۔فتح الباری، کتاب الفتن، باب قولہ کذا، ج ۲۳، ص ۱۷۲۔

ماخذومراجع

❁القرآن الکریم (کلام باری تعالیٰ)

❁الصواعق المحرقة فی الرد علی اهل البدع والزندقة ؛مؤلف:المحدث الفقیہ، احمدبن حجر الهیثمی المکی (م:۹۷۴ھ)،ناشر:دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، الطبعۃالثالثۃ: ۱۴۳۰ھ/2009م

❁منح الروض الازهر شرح الفقه الاکبر ؛مؤلف:نورالدین علی بن سلطان محمد القاری الهروی المعروف بملا علی القاری ،(م۱۰۱۴ھ)،محقق:شیخ مروان محمدالشعار،ناشر:دارالنفائس،دمشق سوریا،الطبعۃالثانیۃ: ۱۴۳۰ھ/2009م

❁النبراس مع شرح شرح العقائد النسفیۃ؛مؤلف:ابوعبدالرحمن عبدالعزیز بن احمدالفرهاروی الملتانی(م۱۲۳۹ھ)،ناشر:مکتبۃالبشری: ۱۴۳۶ھ/2015م

❁تکمیل الایمان (فارسی) ؛مؤلف:للشیخ عبدالحق بن سیف الدین الترک الدهلوی البخاری(المتوفی:۱۰۵۲ھ)،ناشر:الرحیم اکیڈمی، الدکتور عبدالرحمن غضنفر ، سن الطباعۃ ۱۴۲۱ھ-2000م

❁تکمیل الایمان (اردو) ؛مؤلف:للشیخ عبدالحق بن سیف الدین الترک الدهلوی البخاری(المتوفی:۱۰۵۲ھ)مترجم:پیرزادہ اقبال احمد فاروقی،ایم اے، ناشر: مکتبۃالنبویۃ،سن الطباعۃ ۱۳۸۹ھ-1970م

❁صحیح البخاری بحاشیۃ الامام السندی؛مؤلف:ابو عبداللہ محمدبن اسماعیل البخاری (م۲۵۶ھ)،ناشر:دارالکتب العلمیۃ،بیروت لبنان،الطبعۃالاولی: ۱۴۱۹ھ/1998م

❁فتح الباری شرح صحیح البخاری ،حافظ شهاب الدین احمدبن علی بن حجر العسقلانی،(م:۸۵۵ھ)،ناشر:مکتبۃ رشیدیہ،سرکی رود، کوئٹہ،پاکستان

❁عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری؛بدرالدین ابومحمدمحمود بن احمد العینی،(م:۸۵۵ھ)،ناشر:داراحیاءالتراث العربی،بیروت لبنان،الطبعۃالاولی

❁ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری؛مؤلف:الامام شهاب الدین ابوالعباس احمدبن محمدالشافعی القسطلانی(م۹۲۳ھ)،محقق:محمدعبدالعزیز الخالدی،

ناشر:دارالکتب العلمیۃ،بیروت لبنان،الطبعۃ الاولی:۱۴۱۶ھ/1996م

❁الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری ؛مؤلف:شمس الدین محمدبن یوسف الکرمانی،(م۱۰۱۴ھ)،محقق:محمدمحمدعبداللطیف،ناشر:داراحیاء التراث العربی،بیروت لبنان،الطبعۃ الثانیۃ:۱۴۰۱ھ/1981م

❁المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج،المعروف شرح صحیح مسلم للنووی،ابوزکریایحیی بن شرف الدین النووی (م۶۷۶ھ)، ناشر:مکتبۃ نزارمصطفی الباز،الریاض مکۃمکرمۃ،الطبعۃالأولی:۱۴۱۷ھ/1996م)

❁مشکاۃ المصابیح ؛مؤلف:ابوعبداللہ محمدبن عبداللہ الخطیب التبریزی (م:۷۴۱ھ)،محقق:شیخ جمال الدین عیتانی،ناشر:دارالکتب العلمیۃ-بیروت لبنان،الطبعۃ الخامسۃ:۱۴۳۷ھ/2016م

❁مرقاۃ المفاتیح فی شرح مشکاۃ المصابیح ؛مؤلف: نورالدین علی بن سلطان محمد القاری الھروی المعروف بملا علی القاری ،(م۱۰۱۴ھ)،محقق:الشیخ جمال عیتانی،ناشر:مکتبۃرشیدیۃ کانسی رود کوئیتۃ۔

❁مجمع الزوائد ومنبع الزوائدمترجم ،امام نورالدین علی بن ابوبکرھیثمی (م:۸۰۷ھ)،مترجم:ابوالعلاءمحمدمحی الدین جھانگیر،ناشر:اکبربک سیلرز ،باکستان،الطبعۃالاولی:۱۴۴۱ھ/2019م

❁المقاصدالحسنۃفی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرۃ علی الالسنۃ،الشیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی(م:۹۰۲ھ)،ناشر:دارالکتب العلمیۃ،بیروت لبنان،الطبعۃالثانیۃ:۱۴۲۷ھ/2006م

❁نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ؛مؤلف:شھاب الدین احمد بن محمدبن عمرالخفاجی المصری (م۱۰۶۹ھ)،محقق:محمدعبدالقادر عطا، ناشر:دارالکتب العلمیۃ،بیروت لبنان،الطبعۃالثانیۃ:۱۴۳۲ھ/2011م)

❁شرح الشفاء للقاضی عیاض؛مؤلف: نورالدین علی بن سلطان محمد القاری الھروی المعروف بملا علی القاری ،(م۱۰۱۴ھ)محقق:عبداللہ محمدالخلیلی، ناشر:دارالکتب العلمیۃ،بیروت لبنان،الطبعۃالاولی:۱۴۲۱ھ/2001م

❁انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بسیرۃ الحلبیۃ؛مؤلف:نورالدین

علی بن برھان الدین الحلبی الشافعی ،(م۱۰۴۴ھ)،محقق:احمد طعمہ حلبی ، ناشر:دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر۔

●فضائل معاویۃ رضی اللہ عنہ ، المحدث الفقیہ احمد بن حجر الھیثمی المکی (م:۹۷۴ھ)،محقق:محمد مصعب کلثوم،ناشر:دار اللباب ،للدراسات وتحقیق التراث،الطبعۃ الاولی:۱۴۳۸ھ/2017م

●الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ،ابو عمر جمال الدین یوسف بن عبد اللہ النمری القرطبی المعروف بابن عبد البر (م:ھ)،محقق:الدکتور خلیل مامون شیخا ،ناشر: دار المعرفۃ بیروت ،لبنان،الطبعۃ الثانیۃ:۱۴۳۳ھ/2012م

●التلویح فی کشف حقائق التنقیح ؛مؤلف:للعلامۃ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ التفتازانی الشافعی،(م۷۹۲ھ)،ناشر:المکتبۃ العصریۃ،بیروت۔

●التوضیح لمتن التنقیح فی اصول الفقہ؛صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود المحبوبی البخاری الحنفی(م۷۴۷ھ)ناشر:المکتبۃ العصریۃ بیروت۔

●العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ؛مؤلف:للامام الحافظ المفتی المجدد احمد رضا خان القادری الھندی ،(م۱۳۴۰ھ) ، ناشر:رضاءفاؤنڈیشن،لاھور ، ۱۴۲۷ھ/2006م

●البدایۃ والنہایۃ ،حافظ مورخ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر المعروف بابن کثیر (م:۷۷۴ھ)،محقق:اکرم عبد اللطیف البوشی،ناشر:مکتبۃ رشیدیہ کوئٹہ۔

●تاریخ الخلفاء ،جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر السیوطی الشافعی (م: ۹۱۱ھ)،محقق:محمد احمد عیسی،ناشر:دار الغد الجدید،الطبعۃ الأولی:۱۴۳۶ھ/2015م

●جلاء العیون؛مؤلف:محمد باقر بن محمد تقی الدین المجلسی،المعروف بملا باقر مجلسی،(م۱۱۱۰ھ)،ناشر:انتشارات علمیہ اسلامیہ۔

طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم

مولف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

مرتب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان قادری ضیائی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

العروة في الحج والعمرة

فتاویٰ حج وعمرہ

مؤلف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

مرتب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان قادری ضیائی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

توہینِ رسالت اور اسلامی قوانین

تالیف

شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و تخریج

علامہ عبد اللہ فہیمی مدظلہ العالی

ترجمہ و حواشی

مفتی ابو محمد اعجاز احمد مدظلہ العالی

تقدیم

حضرت علّامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(شیخ الحدیث و رئیس دار الافتاء جامعۃ النور)

ناشر

جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

خُدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف

حضرت خواجہ صوفی محمد اشرف نقشبندی مجدّدی مدظلہ العالی

تخریج وحواشی

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی
(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر
جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

شانِ الوہیت و تقدیسِ رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ

عشق و ادب کی حلاوتوں کا ماخذ

ترجمہ قرآن

کنز الایمان

از

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے